[redacted]

ماہنامہ

لاہور

جہانِ رضا

خصوصی شمارہ

بیاد مجددِ دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری

- امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ اور حفاظت اعمال
- امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ردِ قادیانیت
- کلام نوری میں عقیدۂ ختم نبوت
- شیخ المترفضہ کا امام اہلسنت پہ اعتراض کا جواب
- چند اشعار کے شرعی احکام
- تذکرہ میاں صاحب الوری رحمہ اللہ تعالیٰ

۔۔۔ اس کے علاوہ اور بہت کچھ

مجلسِ رضا مرکزی

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

شمارہ 278 / اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۳ / ربیع الاول۔جمادی الثانی ۱۴۴۵ھ جلد ۳۱

بیاد
مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر
پروفیسر سید محمد سرفراز قادری رضوی
محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ



فہرست

زرِ تعاون
فی پرچہ -/50 روپے
سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/800

خط و کتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا



Email:muslimkitabevi@gmail.com

اسرائیلی فوج کی تازہ ترین سفاکیت

مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی

رفیقانِ ملتِ اسلامیہ! اسرائیلی مظالم سے تنگ آ کر ابھی چند روز قبل، جب چند فلسطینی مجاہدین نے اپنے جائز حقوق اور مقبوضہ سرزمین کی آزادی کے لئے از سرِ نو جدوجہد کا آغاز کیا اور اسرائیل کی چند فوجی تنصیبات اور افواج کو نشانہ بنایا تو جمہوریت (Democracy) اور ہیومن رائٹس (Human Rights) کا نام نہاد علمبردار یہی امریکہ (USA) انصاف کے تقاضے پورے کرنے اور فلسطینی مسلمانوں کو اُن کا جائز حق دلانے کے بجائے، اسرائیل (Israel) کے شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا اور اُسے ہر قسم کے فوجی تعاون کی یقین دہانی کرائی اور فلسطین کے خلاف سخت کارروائی کے لئے امریکہ نے اقوامِ متحدہ (United Nations) کی سلامتی کون (Security Council) کا ہنگامی اجلاس تک بلوالیا۔ لیکن اجلاس بے نتیجہ رہنے کی وجہ سے فلسطین کے خلاف سرمایہ دارانہ ریاستوں (Capitalist States) کی طرف سے کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی جاسکی۔ البتہ اسرائیلی فوج نے اس موقع کو غنیمت جانا اور فلسطین (Palestine) کے رہائشی علاقوں پر اندھا دھند بمباری کر کے اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ نہتے مردوں، عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتلِ عام کیا۔ مساجد کو شہید کیا، قرآنِ حکیم کی بے حرمتی کی، نیز امدادی کارروائیوں میں خلل ڈالا۔ اس کے باوجود یہودیوں کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تو انہوں نے ملک بھر میں جنگی صورتِ حال کا اعلان کر دیا۔ اپنے جنگی طیاروں (Fighter Planes) اور ٹینکوں (Tanks) کو فلسطینی سرحد کی طرف روانہ کیا اور فوجی طاقت کے بل بوت پر ہر حال میں غزہ کی پٹی (Gaza Strip) کا جغرافیہ (Geography) تبدیل کرنے کا اعلان

کیا اور اس سلسلے میں عملی اقدام کے طور پر متعدد رہائشی عمارتوں کو جہادی مرکز قرار دے کر جگہ جگہ بمباری کی اور ہر چیز ملیا میٹ کر ڈالی۔

اتنی سفاکیت اور جنگ کے عالمی اصول کی خلاف ورزی کے باوجود انسانی حقوق کی تنظیمیں ٹس سے مَس نہ ہوئیں اور ان میں کوئی مذمت کے دو بول تک نہ بول سکا۔

غیروں سے کیا شکوہ؟ ہمارے اپنوں کا طرزِ عمل بھی اُن سے کچھ مختلف نہیں رہا، جس وقت اسرائیلی فوجی ہماری مسلمان عورتوں کے گریبان چاک کر رہے تھے، دن کے اُجالے میں ان کی عزت وعصمت کا دامن تار تار کر رہے تھے، ہمارے بچوں کو زَدوکوب کر رہے تھے، اُس وقت انہیں اسرائیلی مظالم نظر نہیں آئے، اور آج جب چند فلسطینی مجاہدین نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر انہیں اسلام کی پاور (Power) کی ایک جھلک دکھلائی ہے تو انہیں بھی انسانی حقوق کا سبق یاد آگیا ہے اور وہ بھی ٹی وی پر بیٹھ کر فلسطینی مجاہدین کو انسانی حقوق کے احترام کا مشورہ دیتے نظر آرہے ہیں!

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

کیا ہمارے ضمیر مرچکے ہیں؟

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یہود و نصاریٰ کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے، یہ ہر مشکل گھڑی میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان ایک دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں کرتے؟ ایک دوسرے کے حق میں آواز بلند نہیں کرتے؟ آخر ہماری صفوں میں اتحاد و یکجہتی کی کمی کیوں ہے؟ فلسطین و کشمیر، مصر و شام اور لیبیا و عراق میں بسنے والے مسلمانوں کی چیخ و پکار ہمیں کیوں نہیں جھنجھوڑتی؟ دُنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو رہا ہے، ہماری مائیں بہنیں اور چھوٹی چھوٹی بچیاں ہمیں مدد کے لئے پکار رہی ہیں۔ آخر کب ہم محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہما

بن کران کی آواز پر لبیک کہیں گے؟

میرے محترم بھائیو! آئے روز مسجد اقصیٰ کی توہین و بے حرمتی اور ہماری فلسطینی و کشمیری ماؤں بہنوں، بچوں بوڑھوں اور نوجوانوں کا بے دردی سے قتلِ عام ہورہا ہے، یہ مسئلہ صرف فلسطینیوں اور کشمیریوں کا نہیں، بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ ہے، صرف مذمتی بیان دے کر چشم پوشی کرنے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ ہمارے حکمرانوں کو عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔ اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر ایک میز پر بیٹھ کر کوئی متفقہ لائحہ عمل ترتیب دینا ہو گا۔ اُمتِ مسلمہ کی کماحقہٗ رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہوگا۔ ورنہ یاد رکھئے! کشمیر و فلسطین میں بھڑکنے والی آگ، کسی دن ہمارے گھروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں جہاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّاۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًاؕ۝۷۵ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا۝۷۶

(پ:۵، النسآء:۷۵، ۷۶)

''اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں؟ اور کمزور مَردوں، عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کررہے ہیں، کہ اے رب ہمارے! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں، اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے، اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو شیطان کے دوستوں سے لڑو! بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے''۔ صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

’’اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی، تاکہ وہ اُن کمزور مسلمانوں کو کفار کے پنجۂ ظلم سے چھڑائیں‘‘۔(’’تفسیر خزائن العرفان‘‘ص:۱۷۱)

اسلام کے نظریۂ جہاد سے منہ موڑنے کا نقصان

عزیزانِ مَن! امن کی باتیں بہت ہوگئیں، اب ہمیں جہاد کی تعلیمات کو عام کرنا ہو گا، اس کی اہمیت وفضیلت سے آنے والی نسلوں کو آگاہ کرنا ہوگا، انہیں یہ بتانا ہوگا کہ دینِ اسلام امن کا دَرس اُس وقت دیتا ہے جب سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کعبے کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دے رہے ہوں۔ بصورتِ دیگر یہی دینِ اسلام، بدر وحنین کی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ اگر دینِ اسلام صرف امن امن، شانتی شانتی کی رَٹ لگانے سے پھیلتا، تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سترہ ۱۷ غزوات میں بنفس نفیس شرکت نہ فرماتے۔

میرے محترم بھائیو! یہ حقیقت ہے کہ جب سے ہم نے جہاد سے منہ موڑا ہے، کفار ومشرکین کے دلوں سے ہمارا رُعب ودبدبہ ختم ہوگیا ہے، یقین جانیے! آپ آج جہاد کا اعلان کرکے دیکھیں، دنیا بھر کے کفار ومشرکین پر لرزہ وہیبت طاری ہوجائے گی، کشمیر وفلسطین آزاد ہوں گے، ان علاقوں میں امن قائم ہوجائے گا، اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین میں بیٹھے عالمی دہشتگرد، آپ پر دھونس جمانا بند کردیں گے۔

دعا

اے اللہ! ہمارے فلسطینی بھائیوں کی مدد ونصرت فرما، انہیں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار فرما، ان کی حفاظت فرما، انہیں یہود ونصاریٰ اور استعماری قوتوں سے نجات عطا فرما، ہمارے دلوں میں جذبۂ جہاد کا دریا موجزن فرما، ہمیں جہاد کی تعلیمات کو عام کرنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک و صاف فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سچی محبت اور اخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہمیں دین اسلام کا وفادار بنائے رکھ، ہمیں سچا پکا باعمل عاشقِ رسول بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، اس میں سستی و کاہلی سے بچا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دولت عطا فرما، تمام فرائض و واجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل و کنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما۔

ہمیں ملک وقوم کی خدمت اور اس کی حفاظت کی سعادت نصیب فرما، باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت و الفت کو مزید مضبوط فرما، ہمیں احکامِ شریعت پر صحیح طور پر عمل کی توفیق عطا فرما۔ ہماری دعائیں اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں قبول فرما، ہم تجھ سے تیری رحمتوں کا سوال کرتے ہیں، تجھ سے مغفرت چاہتے ہیں، ہر گناہ سے سلامتی و چھٹکارا چاہتے ہیں، ہم تجھ سے تمام بھلائیوں کے طلبگار ہیں، ہمارے غموں کو دُور فرما، ہمارے قرضے اُتار دے، ہمارے بیماروں کو شفایاب کر دے، ہماری حاجتیں پوری فرما!

اے رب! ہمارے رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، ہمیشہ مخلوق کی محتاجی سے محفوظ فرما، اپنی محبت و اطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خلقِ خدا کے لئے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی! ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کر دے، ہمارے اعمالِ حسنہ قبول فرما، ہیں تمام گناہوں سے بچا، کفار کے ظلم و بربریت کے شکار ہمارے فلسطینی و کشمیری مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، ہندوستان کے مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت فرما، ان کے مسائل کو اُن کے حق میں خیر و

برکت کے ساتھ حل فرما۔

و صلّی اللہ تعالی علی خیر خلقِه و نورِ عرشِه، سیّدنا و نبیّنا و حبیبنا و قرّة أعیُننا محمّدٍ، و علی آله و صحبه أجمعین و بارَك وسلَّم، والحمد للہ ربّ العالمین!



امام احمد رضا اور حفاظتِ اعمال

نثار مصباحی

یہ مسلّمات میں سے ہے کہ نیتوں میں پاکیزگی اور ارادوں میں اخلاص ہی سے کوئی عمل قبولیت کے لائق ٹھہرتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو بڑے سے بڑا عمل بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لیے مومن کا ہر عمل ہمیشہ "اللہ کے لیے" ہونا چاہیے اور بندے کو اپنے ہر عمل سے پہلے "تحسینِ نیت" کا بہر حال خیال رکھنا چاہیے۔ بلکہ عمل کے دوران اور اس کے بعد بھی اپنے اس نیک عمل کی حفاظت کرنا چاہیے۔ یعنی عمل کے آغاز میں "تحسینِ نیت" کے ساتھ عمل کے دوران اور اس کے بعد "نیت اور عمل کی حفاظت" بھی ایک نہایت ضروری چیز ہے تاکہ دورانِ عمل یا عمل کے بعد اسے اکارت کرنے والی کوئی چیز کسی طرف سے نہ آنے پائے۔

کوئی عملِ خیر کرنے کے بعد بہت سارے ایسے مواقع آتے ہیں جب ریا، یا سمعہ، یا اور کسی وجہ سے اس عمل کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات انسان کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

اسی لیے قرآن و حدیث میں جہاں ایک طرف ریا کاری کی مذمت آئی ہے وہیں دوسری طرف یہ بھی حکم آیا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ❶

اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے برباد نہ کرو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ❷

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال باطل (برباد) نہ کرو۔

اعمال کیسے برباد ہوتے ہیں؟

ریا اور سمعہ عمل سے پہلے، عمل کے دوران اور عمل کے بعد بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر عمل صرف ریاکاری اور ''سمعہ'' (یعنی یہ خواہش کہ لوگ میرے اس عمل کا چرچا کریں اور اچھا سمجھیں) ہی سے ضائع نہیں ہوتا اس کی دوسری وجوہات بھی ہوتی ہیں، مثلا صدقہ دے کر یا بھلائی کر کے احسان جتانے، یا صدقہ لینے والے کو اذیت دینے، یا اپنے عمل کی جزا کسی مخلوق سے چاہنے یا کسی کے تحفے و ہدیے کو اپنے اِس عملِ خیر کا صلہ و بدلہ سمجھنے سے بھی عمل کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ (نوٹ: یہاں گفتگو عمل کے دوران یا بعد میں کسی خامی کے سبب کسی نیکی کا ثواب ضائع ہونے کی ہے۔ کفر و شرک و نفاق وغیرہ کی وجہ سے جو اعمال اکارت ہوتے ہیں، ان پر گفتگو نہیں ہے۔)

بعض معتمد احباب کی زبانی سنا ایک واقعہ اس موقع پر ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں۔ ایک بڑے ادارے میں ایک طالبِ علم نے کئی سال تک بلاعوض اذان دی۔ ایک بار اس کی کسی غلطی پر پرنسپل نے کچھ تادیبی کاروائی کی۔ مگر اس طالبِ علم کا اصرار تھا کہ مجھ پر یہ کاروائی نہ کی جائے۔ اپنی گزارش کے دوران اس کے منہ سے یہ جملہ بھی نکلا: میں نے اتنے سالوں تک مفت میں بلاعوض اذان دی ہے اس لیے میرے ساتھ رعایت

---

❶ سورہ بقرہ، آیت: 264

❷ سورہ محمد، آیت: 33

کی جائے۔ پرنسپل جو خود ایک نکتہ رس فقیہ وصوفی تھے انھوں نے برجستہ فرمایا: افسوس! تم نے ایک معمولی سی رعایت کے لیے اپنی اتنے سالوں کی اذان کا ثواب ضائع کر دیا۔!!!

اس قسم کے واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو جب تک اپنا نیک عمل یاد رہے تب تک اس کی حفاظت کرتے رہنا چاہیے۔شاید اسی لیے بزرگوں نے اپنی نیکیاں بھول جانے کی تعلیم دی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت وسوانح اور تحریرات کے مطالعے سے یہ چیز بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ وہ تحسینِ نیت کے ساتھ حفاظتِ اعمال کا بھی ہمیشہ خیال رکھتے اور اس پر زور دیتے تھے۔بحرِ تصوف کا ایک شناور ہونے کی وجہ سے وہ تمام باریکیوں سے واقف تھے اور اسی لیے نفس اور شیطان کی تمام چالوں سے اپنے اعمال کی حفاظت فرماتے تھے۔ بلکہ وہ ان دروازوں کو پیشگی بند کر دیتے تھے جن دروازوں سے ہمارا ازلی دشمن شیطانِ لعین ہمارے کیے ہوئے اعمال کا ثواب ضائع کرنے کے لیے حملہ آور ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امامِ اہلِ سنت اپنے کسی عمل یا فتوی نویسی یا تصنیفی کام پر اہلِ دنیا میں کسی سے نہ تو جزا وانعام کے کبھی خواہش مند ہوئے اور نہ پذیرائی اور تحفہ وبدل کے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصے تک لِوَجہِ اللہ فتوی نویسی اور تصنیف وتالیف کرتے رہے اور کبھی اس پر اجرت اور دنیوی منفعت کا خیال بھی دل میں نہیں آنے دیا۔

(هذا ما يظهر لنا من خلال سيرته، ولانزكي على الله أحدا)

فتویٰ کی فیس

دور دراز سے آئے ایک استفتا میں مستفتی نے فتوے کی فیس کی بات کی، تو اس کے سوال کا جواب دینے کے بعد آخر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتوٰی پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ بفضلہٖ تعالیٰ تمام ہندستان ودیگر

ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں۔ بحمد للہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے (۹۱) برس، اور خود اس فقیر -غفرلہ- کے قلم سے فتاویٰ نکلتے ہوئے اکاون (۵۱) برس ہونے کو آئے، یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس (۵۰) برس چھ (۶) مہینے گزرے۔ اس نو (۹) کم سو (۱۰۰) برس میں کتنے ہزار فتاویٰ لکھے گئے۔ بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کے ہیں۔ بحمد للہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا، نہ لیا جائے گا۔ بعونہٖ تعالیٰ ولہ الحمد۔ معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دَنِی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ: میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو سارے جہاں کے پروردگار پر ہے۔ اگر وہ چاہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم، جلد 6، ص 562)

یہاں تعویذ بِکتا نہیں ہے!!

ایک مرتبہ ایک صاحب امامِ اہلِ سنت کے پاس آئے، اور خدمت میں بدایونی پیڑوں کی ہانڈی پیش کی۔

آپ نے فرمایا: کیسے تکلیف فرمائی؟

انہوں نے کہا کہ سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اعلیٰ حضرت جوابِ سلام فرما کر کچھ دیر خاموش رہے، اور پھر دریافت فرمایا: کوئی کام ہے؟

انہوں نے عرض کی: کچھ نہیں، حضور! محض مزاج پُرسی کے لیے آیا تھا۔

ارشاد فرمایا: عنایت ونوازش۔

اور کافی دیر خاموش رہنے کے بعد پھر آپ نے مخاطب ہو کر فرمایا: کچھ فرمایئے گا؟

انھوں نے پھر نفی میں جواب دیا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے وہ شیرینی مکان میں بھجوادی۔

اب وہ صاحب تھوڑی دیر بعد ایک تعویذ کی درخواست کرتے ہیں۔

اعلی حضرت نے ارشاد فرمایا:

میں نے تو آپ سے 3 بار دریافت کیا تھا مگر آپ نے کچھ نہیں بتایا۔ اچھا تشریف رکھیے۔ اور اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب (جو تعویذ دیا کرتے تھے) کے پاس سے تعویذ منگا کر ان صاحب کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حاجی کفایتُ اللہ صاحب (خادم) نے اعلیٰ حضرت کا اشارہ پاتے ہی مکان سے وہ مٹھائی کی ہانڈی منگوا کر سامنے رکھ دی۔ اعلیٰ حضرت نے وہ مٹھائی ان الفاظ کے ساتھ واپس فرمادی:

''اس ہانڈی کو ساتھ لیتے جایئے۔ یہاں تعویذ بِکتا نہیں ہے''۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت)

یہ سدِ باب اور ضیاعِ عمل کا دروازہ بند کرنے کی ایک مثال ہے۔ اِمامِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ خلقِ خدا کی امداد، اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی صرف رِضائے الٰہی کے لیے فرماتے تھے۔ نام و نمود یا کسی بندے سے اس عمل پر کسی صلہ کے کبھی خواہش مند نہ ہوتے۔ اسی لیے تعویذ اور دم درود جو خدمت و اِفادۂ خلق کا ایک موثر اور اہم ذریعہ ہے اس پر اجرت جائز ہونے کے باوجود کبھی کسی سے کوئی اجرت نہیں لیتے تھے۔ اجرت لینا تو دور، اجرت کے شبہ سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ انھوں نے آنے والے شخص کا نذرانہ قبول فرمالیا کیوں کہ نذر قبول کرنا سنت ہے۔ ان سے نہایت حکیمانہ انداز میں آنے کا مقصد بھی پوچھ لیا اور جب اطمینان ہو گیا کہ مٹھائی کا یہ برتن خالص نذرانہ ہے، اس کے بدلے یہ کسی چیز کے خواہاں نہیں ہیں تو پھر وہ مٹھائی گھر کے اندر بھجوادی۔ مگر جب انھوں نے تعویذ طلب کیا تو یہ لگا کہ وہ تعویذ لینے کے لیے ہی مٹھائی لے کر آئے تھے۔ اگر اب بھی اسے قبول کر لیا جاتا تو یہ خدمتِ خلق، عوض اور صلے سے پاک نہ ہوتی، یا کم از کم

اجرت و بدل ہونے کا ایک قوی احتمال ضرور رہتا۔ بلکہ اگر آپ کے دل میں یہ بات جم جاتی کہ یہ مٹھائی اسی تعویذ کے لیے ہے تو اس عملِ خیر کا ثواب ہی نہیں ملتا۔ اس لیے اپنے عملِ خیر کی حفاظت کے لیے مٹھائی کا برتن واپس فرما دیا، اور انھیں تنبیہ بھی کر دی تا کہ آئندہ وہ خود بھی آگاہ رہیں اور دوسرے بھی۔!!

ایک بار آپ سے سوال کیا گیا کہ:

میلاد شریف جس کے یہاں [ہے، وہ] پڑھنے والے کی دعوت کرے تو پڑھنے والے کو [کھانا] چاہیے یا نہیں؟ اور اگر کھایا تو پڑھنے والے کو کچھ ثواب ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

اس پر اعلیٰ حضرت نے جو جواب دیا اسے پڑھنے سے پہلے آج کے ماحول پر غور کریں اور پھر یہ دیکھیں کہ ان سے سوال کرنے والے علما وطلبہ بھی کس قدر احتیاط پسند، باریک بین، اور نیکیوں کے معاملے میں بیدار تھے۔

امامِ اہلِ سنت نے اس سوال کا یہ جواب دیا:

الجواب: "پڑھنے کے عوض" کھانا کھلاتا ہے تو یہ کھانا نہ کھلانا چاہیے، نہ کھانا چاہیے۔ اور اگر کھائے گا تو یہی کھانا اس کا ثواب ہو گیا اور ثواب کیا چاہتا ہے؟

بلکہ جاہل [جاہلوں] میں جو یہ دستور ہے کہ پڑھنے والوں کو عام حصوں سے دونا [شیرینی وغیرہ] دیتے ہیں اور بعض احمق پڑھنے والے اگر ان کو اوروں سے دونا نہ دیا جائے تو اس پر جھگڑتے ہیں۔ یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے، اور یہی اس کا ثواب ہو گیا۔ قال اللہ تعالیٰ: لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔

((فتاوی رضویہ، مترجم، جلد ۲۱، صفحہ ۶۶۴، ۶۶۵۔۔ نوٹ: سوال و جواب میں بریکٹ [ ] کے اندر والے الفاظ میرے ہیں جو وضاحت کے لیے ہیں۔۔۔ نثار احمد))

یہ فتوی جہاں نیکی کی حفاظت پر مہمیز کرتا ہے وہیں آج کے رائج ماحول میں

اسٹیج طبقے کو اصلاحِ نفس کی بھی دعوت دیتا ہے۔اس فتاویٰ کی روشنی میں ہم اپنا اور اپنے سماج کا جائزہ لیں کہ نیک اعمال کا اخروی ثواب ہم لوگ کس طرح ضائع کر دیا کرتے ہیں۔!!!

انسان کی موت کے بعد دنیا میں اس کے باقی رہنے والے اعمال میں اس کی تحریریں بھی ہوتی ہیں۔تصنیف وتالیف انسانی اعمال میں اس جہت سے بے حد اہمیت رکھتی ہیں کہ یہ اس کی موت کے بعد بھی نیکی یا بدی میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔اگر خیر پر مبنی اور بندگانِ خدا کے لیے نفع بخش ہیں تو نیکیوں کا ایسا سلسلہ قائم کر دیتی ہیں جس سے بندہ اپنی موت کے بعد بھی لگاتار نفع اٹھاتا رہتا ہے۔لیکن اگر خدانخواستہ شر پر مبنی ہیں تو مرنے کے بعد بھی گناہوں کا بوجھ بڑھاتی رہتی ہیں۔اس لیے قلم اٹھاتے وقت بندے کو کافی محتاط رہنا چاہیے۔اگر اس موضوع پر لکھنے اور انصاف کرنے کی اہلیت نہ ہو یا نیت اور الفاظ آلودہ ہوں تو قلم روک لینا چاہیے۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”تطہیر الطویۃ“ کے خاتمے میں لکھتے ہیں:

المخلصون علی خطر عظیم

اخلاص [کے ساتھ عمل کرنے] والے بھی بڑے خطرے میں ہوتے ہیں،(یعنی عمل کے ضائع ہونے کا خطرہ ہمیشہ لگا رہتا ہے)

علامہ شاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) ”الموافقات“ میں لکھتے ہیں:

طُوبَى لِمَنْ مَاتَ وَمَاتَتْ مَعَهُ ذُنُوبُهُ، وَالْوَيْلُ الطَّوِيلُ لِمَنْ يَمُوتُ وَتَبْقَى ذُنُوبُهُ مِائَةَ سَنَةٍ وَمِائَتَيْ سَنَةٍ، يُعَذَّبُ بِهَا فِي قَبْرِهِ، وَيُسْأَلُ عَنْهَا إِلَى انْقِرَاضِهَا۔

”بھلائی ہے اس کے لیے جو مرا اور اس کے ساتھ اس کے گناہ بھی فنا ہو گئے۔اور لمبی تباہی ہے اس کے لیے جو مر جاتا ہے مگر اس کے گناہ ۱۰۰ سال اور ۲۰۰ سال تک باقی

رہتے ہیں۔جن کی وجہ سے قبر میں اسے عذاب ہوتا ہے اوران کے ختم ہونے تک اس سے محاسبہ ہوتا ہے''۔

اس لیے قلم چلاتے وقت انسان کو کافی ہوشیار رہنا چاہیے۔خاص طور سے اس سوشل میڈیائی دور میں جب قلم کا کام محض انگلیوں کی حرکت سے ہوجاتا ہے اور ہمارا لکھا ہوالفظ سوشل میڈیا کے وسیع سمندر میں اس طرح پھیل جاتا ہے کہ اسے مٹانا پھر ہمارے بس میں نہیں رہتا،اس میں تو نہایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔مگر افسوس کہ بہت سے لوگوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس نظر آتا ہے۔وہ گالی، بدزبانی، افترا، جھوٹ، اور نہ جانے کیسی کیسی برائیوں پر مشتمل تحریریں اپنی انگلیوں کی حرکت سے لکھ ڈالتے ہیں، جو سالہا سال تک باقی رہتی یا ادھر ادھر گردش کرتی رہتی ہیں اوراس طرح لکھنے والے کا یہ گناہ، گناہِ جاری بن جاتا ہے۔انسان لکھ کر بھول جاتا ہے،مگر نہ تو ''مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ''[سورہ ق:18] فرمانے والا رب عزوجل بھولتا ہے اور نہ ہی اس کے فرشتے انسانی اعمال لکھنے سے کبھی غافل ہوتے ہیں۔

بندے کی ایسی تحریروں کی وجہ سے وبالوں اور مصیبتوں کا ایک پہاڑ تیار ہوتا رہتا ہے جس کا سامنا یقیناً موت کے بعد اسے کرنا ہی ہوگا۔اللہ عزوجل سمجھ عطا کرے۔

اگر انسان کچھ لکھتے وقت اور لکھنے کے بعد اپنی نیت خالص رکھے، جو لکھے اللہ کی رضا کے لیے لکھے،اوراس پر کسی انسان سے جزاوانعام یا خلقِ خدا میں شہرت و پذیرائی کی خواہش اپنے دل میں نہ پیدا ہونے دے تو یہ بہت بڑی حصول یابی ہے۔جس کی لاثانی اہمیت کا ہم میں سے بہتوں کو صحیح اندازہ نہیں ہے۔

پہلے بعض علمی حلقوں میں ایک جزوی رواج پایا جاتا تھا کہ اپنی نوتصنیف شدہ علمی و تحقیقی کتاب کسی حاکم ونواب یا بادشاہ کی طرف منسوب کردی جاتی تھی، یا لکھ کر اس کا پہلا نسخہ بادشاہ وحاکم کو تحفہ وہدیہ کیا جاتا تھا۔ بھارت میں مسلم سلطنتوں اورنوابی ریاستوں کی

بقا کے دور تک یہ ظاہر پایا جاتا رہا ہے۔ جو علماء بادشاہوں اور حاکموں کی طرف اپنی کتابیں منسوب کرتے رہے یقیناً حسنِ ظن کا تقاضا یہی ہے کہ وہ کسی اچھی نیت کے ساتھ یہ کام کرتے رہے ہوں گے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ عمل فسادِ نیت اور اکارتِ سعی کی ایک راہ ضرور کھولتا ہے۔ شیطان کی چالیں نہایت باریک ہوتی ہیں۔ ممکن ہے انسان اس پر صلہ و انعام کی خواہش کر بیٹھے، یا اس تصنیف کے ذریعے حاکموں کے قرب یا ان کے دربار میں قدر و منزلت میں اضافے کا تمنائی ہو جائے۔ اور اس طرح وہ دینی و علمی تصنیف اخروی اعتبار سے ضائع ہو کر رہ جائے۔

امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے دور میں بھی بہت سے مصنفین اپنی اہم تصنیفات مکمل ہونے کے بعد انھیں حکمرانوں، بادشاہوں اور نوابوں کی خدمت میں پیش کرتے یا منسوب کرتے تھے۔ اور حاکمانِ دنیا کی طرف سے بسا اوقات انھیں انعام و اِکرام سے بھی نوازا جاتا تھا۔ میں آج ہی ردِّ آریہ پر شمالی ہند کے ایک مصنف کی تقریباً ۱۰۰ سال پرانی ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس کے ٹائٹل پر" ہدیۂ مصنف بعالی جناب فیض مآب نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد دکن" لکھا ہوا ہے۔ مگر میرے علم کی حد تک امام احمد رضا نے کبھی اپنی کوئی تصنیف کسی حاکم کے نام منسوب نہیں کی، نہ اپنی کوئی تصنیف مکمل ہونے کے بعد کبھی کسی نواب و حکمران کو تحفے و ہدیے کے طور پر پیش کی، اور نہ اپنی کسی تحریر کی خلق میں پذیرائی کی تمنا کی۔!!!

رِضائے خلق اور طمعِ دنیا کے لیے کچھ لکھ کر اپنے دین کو پارۂ ناں بنانے کی بات تو دور، وہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے لکھی گئی تحریروں کا اہلِ دنیا کی طرف انتساب بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔

فقہِ حنفی کے اصولِ افتا اور رسم المفتي پر آپ کی ''بے نظیر'' تصنیف ''أجلی الاِعلام أن الفتوی مطلقاً علی قولِ الاِمام'' (1334ھ) جب مکمل ہوئی تو آخر میں آپ نے لکھا:

رأيتُ الناسَ يتحفون كتبهم إلى ملوك الدنيا، و أنا العبد الحقير خدمتُ بهذه السطور ملِكاً في الدين، إمام أئمة المجتهدين ـ رضى الله تعالى عنه و عنهم أجمعين۔ فإن وقعت موقع القبول فذاك نهاية المسئول و منتهى المأمول و ما ذلك على الله بعزيز، إن ذلك على الله يسير، إن الله على كل شىء قدير، و لله الحمد و إليه المصير و صلى الله تعالى على المولى الأكرم، و آله و صحبه و بارك و سلم

ترجمہ: میں نے دیکھا ہے کہ لوگ شاہانِ دنیا کے دربار میں اپنی کتابوں کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اور مجھ بندۂ حقیر نے تو اِن سطور (أجلى الإعلام) سے دین کے ایک بادشاہ اور ائمۂ مجتہدین کے امام (یعنی امام ابوحنیفہ) کی خدمت گزاری کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے اور سبھی مجتہدین سے راضی ہو۔ تو (یہ سطریں) اگر مقامِ قبول پا جائیں تو یہی انتہائے مطلوب اور منتہائے امید ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ کچھ دشوار نہیں۔ بلاشبہہ یہ خدا پر آسان ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شی پر قادر ہے۔ اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے، اور اسی کی جانب رجوع ہے۔ اور اللہ تعالیٰ درود و سلام و برکت نازل فرمائے آقائے اکرم اور اُن کی آل واصحاب پر۔
(فتاوی رضویہ، طبع قدیم، جلد اول، صفحہ 407)

آپ ان کے الفاظ و تعبیرات پر غور کریں۔ لکھتے ہیں: اگر یہ سطریں مقامِ قبول پا جائیں تو یہی انتہاے مطلوب اور منتہاے امید ہے۔!!!![ترجمہ]

اتنا ہی نہیں۔ اس کے بعد کے تین جملے بارگاہِ الٰہی میں ان کی عاجزی، دلی کیفیات و جذبات اور تحریر کی قبولیت کی بیکراں چاہت پر بھی دلالت کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں [ترجمہ]: اللہ پر یہ کچھ دشوار نہیں۔!! بلاشبہہ یہ خدا پر آسان ہے۔!! یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔!!

امام احمد رضا قدس سرہ اپنے رب کی رضا کے لیے کیے گئے اعمال کی ہر غیر سے حفاظت فرماتے، اور صرف اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں قبولیت کے تمنائی رہتے۔

نہ مخلوقات کی رضامندی اور دنیا کی پذیرائی کے لیے کچھ کرتے، اور نہ اعمال ضائع کرنے والی چیزوں سے کبھی غافل ہوتے تھے۔

یہ امام احمد رضا کی زندگی کا وہ روشن باب ہے جو انھیں ایک ''عام مولوی'' سمجھنے والوں کو بھی دعوتِ نظارہ دیتا ہے اور ان سے نسبت وعشق کا دعویٰ رکھنے کے باوجود ان کے نقش قدم پر نہ چلنے والوں کو بھی دعوتِ عمل دیتا ہے۔



امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ اور ردِّ قادیانیت

مولانا عبدالحکیم شرف قادری

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و آلہ و اصحابہ اجمعین!

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) چودھویں صدی کے وہ عظیم عالم اور دنیائے اسلام کے نام ور مفتی اور محدث ہیں جنہوں نے اپنی تمام تر زندگی عقائد اسلامیہ کا پہرہ دیتے ہوئے گزاری، ان کا قلم اس دور کے تمام اعتقادی فتنوں کا محاسبہ کرتا ہوا نظر آتا ہے، وہ اسلام کی عزت وحرمت اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام وناموس کے مقابل کسی بڑے سے بڑے صاحبِ جبہ ودستار کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کے بے لاگ فتوؤں اور غیرتِ ایمانی میں ڈوبی ہوئی تنقیدوں کو بعض طبقے شدت سے تعبیر کرتے ہیں لیکن انصاف پسند حضرات جب معاملے کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں ان کے فیصلوں کی تصدیق کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

مرزائیت موجودہ صدی میں اسلام کے خلاف وہ خوف ناک سازش ہے جو ملتِ اسلامیہ کے لئے کینسر کی حیثیت رکھتی ہے، امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مرزائیت کے خلاف علمی اور قلمی جہاد فرمایا، بلکہ مرزائیت نوازوں کے خلاف بھی شمشیر

بے نیام ثابت ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کفار اور گم راہ فرقے سچے خدا کو نہیں مانتے، اور جس خدا کا ذکر کرتے ہیں، وہ ان کا خود ساختہ خدا ہے، مرزائیوں کے خود ساختہ خدا کے کیا اوصاف ہیں؟ اس حوالے سے فرماتے ہیں:

''قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے:

☆ جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کہا، ان سے جھوٹی پیشین گوئیاں کہلوائیں۔

☆ جس نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ایسے کو عظیم الشان رسول بنایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں، بلکہ اس کی نفی نبوت پر دلیل قائم جو (خاک بدہن ملعون) ولدالزنا تھا۔

☆ جس کی تین دادیاں نانیاں زنا کار کسبیاں، ایسے کو (خدا مانتا ہے)

☆ جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اس پر فخر کی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے؟ ایسے کو (خدا مانتا ہے)۔

☆ جس نے ایک بدچلن عیاش کو اپنا نبی کہا۔

☆ جس نے ایک یہودی فتنہ کو اپنا رسول کر کے بھیجا۔

☆ جس کے پہلے فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔

☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جو اس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو ایک بار دنیا میں لا کر دوبارہ لانے سے عاجز ہے۔

☆ وہ جس نے ایک شعبدہ باز کی مسمریزم والی مکروہ حرکات، قابلِ نفرت حرکات، جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا۔''(۱)

☆ ایسے کو (خدا مانتا ہے) جس نے اپنا سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دو بار قادیان میں بھیجا، مگر اپنی جھوٹ، فریب، تمسخر، ٹھٹول کی چالوں سے اس کے ساتھ بھی نہ چوکا، اس سے کہہ دیا:

☆ تیری جورو کے اس حمل سے بیٹا ہوگا جو انبیا کا چاند ہوگا، بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، بروزی بے چارہ اس کے دھوکے میں آکر اسے اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا، اسے تو یوں ملک بھر میں جھوٹا بننے کی ذلت و رسوائی اوڑھنے کے لئے یہ جل دیا اور جھٹ پٹ میں اُلٹی یہ کل پھرادی، بیٹی بنادی، بروزی بے چارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا۔

☆ اب کی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور ڈھائی برس کے بچے ہی کا دم نکال دیا، نہ نبیوں کا چاند بننے دیا نہ بادشاہوں کو اس کے کپڑوں سے برکت لینے دی۔

☆ غرض کہ اپنے چہیتے بروزی کا کذاب ہونا خوب اُچھالا اور اس پر مزید یہ کہ عرش پر بیٹھا اس کی تعریفیں گا رہا ہے۔(۲)

مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کو محمدی بیگم کی وجہ سے سخت دھچکا لگا، بقول مرزا قادیانی:

☆ اسے الہام ہوا کہ اپنی رشتے کی بہن احمدی بیگم کی بیٹی محمدی بیگم سے نکاح کا پیغام بھیجو، مرزا نے جھٹ پیغام بھیج دیا اور تشہیر بھی کردی کہ میرا نکاح محمدی بیگم سے ہو کر رہے گا، اس کی بدقسمتی کہ پیغامِ نکاح رد کردیا گیا، منت سماجت بھی کی مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، مرزا صاحب دھمکیوں پر اتر آئے کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کردیا گیا تو اڑھائی سال میں اس کا باپ مرجائے گا اور تین سال میں اس کا شوہر ہلاک ہوجائے گا یا اس کے برعکس ہوگا۔

ان سب کوششوں کا نتیجہ کیا نکلا؟ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے سنیے:

''اب قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی، چٹ بروزی (مرزا) کو وحی پھنٹا دی کہ زَوَّجْنَا کَھَا محمدی (بیگم) سے ہم نے تیرا نکاح کردیا، اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی (بیگم) کہاں جاسکتی ہے؟ یوں جل دے کر بروزی مرزا کے

منہ سے اسے اپنی منکوحہ چھپوا دیا، تا کہ وہ حد بھر ذلت جو ایک چمار بھی گوارا نہ کرے کہ اس کی جورو اس کے جیتے جی دوسرے کی بغل میں، یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہوا اور رہتی دنیا تک بے چارے کی فضیحت و خواری و بے عزتی و کذابی کا ملک میں ڈنکا ہوا۔“

ادھر تو عابد و معبود کی یہ وحی بازی ہوئی، ادھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی اور نہ معبود کی، بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر، ساتھ لے، یہ جا وہ جا، چلتا بنا، ڈھائی تین برس پر موت کا وعدہ تھا، وہ بھی جھوٹا گیا، الٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔

یہ ہے قادیانی اور اس کا ساختہ خدا، کیا وہ جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے ہیں؟ حَاشَ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (۳)

مرزائیوں کے احکام

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ:

☆ قادیانی مرتد منافق ہیں ...... مرتد منافق وہ شخص ہے جو کلمۂ اسلام پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضرورتِ دین میں سے کسی شے کا منکر ہے۔ (۴)

☆ قادیانی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ (۵)

☆ قادیانی کو زکوٰۃ دینا حرام ہے اور اگر ان کو دے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (۶)

☆ قادیانی مرتد ہے، اس کا ذبیحہ محض نجس و مردار، حرام قطعی ہے۔ (۷)

☆ مسلمانوں کے بائی کاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم و ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے۔ (۸)

۱۳۳۶ھ میں ایک استفتا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی

لڑکی کا نکاح مرزائی سے کر دیا ہے، حالاں کہ اسے علم ہے کہ تمام علمائے اسلام فتویٰ دے چکے ہیں کہ مرزائی کافر ملحد ہے، اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

''اگر ثابت ہو کہ وہ (لڑکی کا باپ) مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر و مرتد ہے، علماے حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا:

مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ كُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرَ

''جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔''

اس صورت میں فرضِ قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت و حیات کے سب علاقے اس سے قطع کر دیں۔

بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔(۹)

۱۳۳۵ھ میں محمد عبدالواحد خاں مسلم ممبئی اسلام پورہ نے سوال کیا کہ قادیانیوں سے کس پیرائے میں بحث کی جائے؟ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

''سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اوّل اوّل کلماتِ کفر پر گرفت ہے، جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات الارض کی طرح ابلے گھلے پھر رہے ہیں، انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن اور یہ کہنا کہ یہودی کے جو اعتراض عیسیٰ اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں، (اس کے علاوہ متعدد کفر گنوائے)۔

دوسرا بھاری ذریعہ ان خبیث پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعات ہیں:

(۱) لڑکے کی پیدائش کی خبر نشر کی، لیکن لڑکی پیدا ہوئی،

(۲) محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی کی، لیکن وہ بھی جھوٹی ہوئی۔

غرض اس کے کفر حد وشمار سے باہر ہیں، کہاں تک گنے جائیں؟ اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کاہے میں؟ کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا، مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح؟ مہدی وعیسیٰ ایک ہیں یا متعدد؟ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر؟''(۱۰)

۱۳۳۹ھ میں ڈیرہ غازی خاں سے عبدالغفور صاحب نے استفتا بھیجا کہ ایک قادیانی کہتا ہے کہ ابن ماجہ شریف کی حدیث کے مطابق ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا، لاہوری پارٹی کا مؤقف یہ ہے کہ مرزا وقت کا مجدد ہے، اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے تحریر فرمایا:

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضروری ہے، اور قادیانی کافر ومرتد تھا، ایسا کہ تمام علماے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی جو گاندھی مشرک کو رہبر، دین کا امام پیشوا مانتے ہیں، گاندھی پیشوا ہو سکتا ہے نہ مجدد۔(۱۱)

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۳۲۰ھ میں مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف لطیف ''المعتقد المنتقد'' پر قلم برداشتہ حاشیہ لکھا، اپنے دور کے مبتدعین نو پیدا فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے متعدد کفر گنوائے اور آخر میں فرمایا:

''اس کے علاوہ اس کے بہت سے ملعون کفر ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور دوسرے تمام دجالوں کے شر سے محفوظ رکھے۔''(۱۲)

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کے علمائے اہلِ سنّت کی خدمت میں ایک استفتا بھیجا، جس میں چند فرقوں اور ان کے عقائد کا تذکرہ تھا، ان میں سرفہرست مرزائیوں کا ذکر تھا۔(۱۳) اس کے جواب میں حرمین شریفین کے علما نے مرزائیوں اور مرزائی کو کافر قرار دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے

تحفظ اور ردّ مرزائیت میں مستقل رسائل بھی لکھے:

(۱) جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ:

اس رسالۂ مبارکہ میں عقیدۂ ختم نبوت پر ایک سو بیس حدیثیں اور منکرین کی تکفیر پر جلیل القدر ائمہ کی تیس تصریحات پیش کیں۔

(۲) المبین ختم النبیین:

اس رسالہ میں بیان فرمایا کہ خاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لئے ہے، یعنی ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیائے کرام کے خاتم ہیں، جو شخص اس استغراق کو نہیں مانتا اسے کافر کہنے کی ممانعت نہیں ہے، اس نے نصِ قرآنی کو جھٹلایا ہے، جس کے بارے میں اُمت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔(۱۴)

(۳) قہر الدیان علی مرتد بقادیان:

اس میں جھوٹے مسیح، مرزاے قادیانی کے شیطانی الہاموں کا رد کر کے عظمتِ اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

(۴) السوٗ والعقاب علی المسیح الکذاب:

۱۳۲۰ھ میں امرتسر سے ایک سوال آیا کہ ایک مسلمان اگر مرزائی ہو جائے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں دس وجہ سے مرزاے قادیانی کا کفر بیان کیا......شوہر کے کفر کرتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے۔''(۱۵)

(۵) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

یہ امام احمد رضا بریلوی کی آخری تصنیف ہے جو آپ نے وصال سے چند دن پہلے

تحریر فرمائی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' تحریر فرمائی، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ تفصیل سے بیان کیا اور مرزا کے مثیل مسیح ہونے کا زبردست ردّ کیا۔ یہ رسالہ سہارن پور سے آنے والے سوال کے جواب میں لکھا گیا۔

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس رسالے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بحمد للہ! اس شہر (سہارن پور) میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے۔(۱۶)

ردِ مرزائیت میں امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوؤں کو ہر موافق و مخالف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے، پروفیسر خالد شبیر احمد، فیصل آباد، دیو بندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اس کے باوجود انہوں نے اپنی تالیف ''تاریخ محاسبۂ قادیانیت'' میں ردِ مرزائیت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ بڑے اہتمام سے نقل کیا اور فتوے سے پہلے اپنے تاثرات یوں قلم بند کئے:

''اس فتویٰ سے جہاں مولانا کے کمالِ علم کا احساس ہوتا ہے وہیں مرزا غلام احمد کے کفر کے بارے میں ایسے دلائل بھی سامنے آتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی ذی شعور مرزا صاحب کے اسلام اور اس کے مسلمان ہونے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔''(۱۷)

مزید لکھتے ہیں:

''ذیل کا فتویٰ بھی آپ کی علمی استطاعت، فقہی دانش و بصیرت کا ایک تاریخی شاہ کار ہے، جس میں آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو خود ان کے دعاوی کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے، یہ فتویٰ مسلمانوں کا وہ علمی و تحقیقی خزینہ ہے جس پر مسلمان جتنا بھی ناز کریں کم ہے۔''(۱۸)

بعض غیر ذمہ دار افراد نے محض مخالفت برائے مخالفت کے نقطۂ نظر سے امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بے سر و پا باتیں منسوب کر کے غیر حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کیا اور یہاں تک لکھ دیا:

مرزا غلام قادر بیگ جو انہیں (امام احمد رضا بریلوی کو) پڑھایا کرتے تھے، نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔(۱۹)

امام احمد رضا بریلوی کے ابتدائی استاذ اور مرزائے قادیانی کے بھائی کا نام ایک ہے، جس کی بنا پر یہ مغالطہ دیا گیا، حالاں کہ یہ دونوں الگ الگ شخص ہیں۔

حضرت مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بڑے بھائی مرزا مطیع بیگ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ (بریلی) نے اپنے ایک مقالہ میں اس الزام تراشی کا جواب دیا ہے، ان کا بیان ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ لکھنؤ کے محلہ جھوائی ٹولہ میں یکم محرم، ۲۵/جولائی ۱۲۴۳ھ/ ۱۸۲۷ء کو پیدا ہوئے، ان کے والد لکھنؤ سے بریلی منتقل ہو گئے تھے، ہمارا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے، مرزا اور بیگ کے خطابات اعزاز شاہانِ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، مرزا غلام قادر بیگ طبابت کرتے تھے اور دینی تعلیم بلا معاوضہ دیا کرتے تھے، دوسرے طالب علم آپ کے ہاں پڑھنے آتے، لیکن آپ امام احمد رضا بریلو رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کے مکان پر ہی درس دیتے تھے، پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے اصرار کر کے امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہدایہ کا درس لیا اور فخر سے فرمایا کرتے تھے کہ: ''میں علم و فضل کے شہنشاہ کا شاگرد ہوں، ان شاء اللہ! روزِ قیامت بھی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کی مبارک صف میں شامل ہوں گا۔''

حضرت مرزا غلام قادر بیگ کا انتقال بریلی شریف میں یکم محرم، ۱۸/اکتوبر ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء کو نوے سال کی عمر میں ہوا۔ محلہ باقر گنج میں واقع حسین باغ میں دفن کئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

جناب مرزا عبدالوحید بیگ (بریلی) لکھتے ہیں:

''ہمارے خاندان کا کبھی بھی کسی قسم کا کوئی واسطہ و تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کذاب سے نہیں رہا، اس لئے یہ کہنا کہ حضرت مولانا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے بھائی تھے، انتہائی لغو، بے بنیاد اور کذبِ صریح ہے۔''(۲۰)

حوالہ جات

(۱) احمد رضا بریلوی، امام فتاویٰ رضویہ (شیخ غلام علی لاہور) ج ا ص ۲۴۲

(۲) ایضاً (۳) ایضاً، ۲۴۳

(۴) احمد رضا بریلوی، امام، احکام شریعت (طبع کراچی) ج ا ص ۱۲۲

(۵) ایضاً ص ۱۲۸ (۶) ایضاً ص ۱۳۹

(۷) ایضاً ص ۱۲۲ (۸) ایضاً ص ۱۷۷

(۹) احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (طبع مبارک پور) ج ۶ ص ۵۱)

(۱۰) ایضاً ص ۳۱۔۳۲ (۱۱) ایضاً ص ۸۱

(۱۲) احمد رضا بریلوی، امام، المعتقد المنتقد (مطبوعہ مکتبۂ حامدیہ لاہور) ص ۲۳۹

(۱۳) احمد رضا بریلوی، امام، حسام الحرمین (مطبوعہ مکتبۂ نبویہ لاہور) ص ۷۔۱۵

(۱۴) احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (طبع مبارک پور) ج ۶ ص ۵۸

(۱۵) احمد رضا بریلوی، امام، مجموعہ رسائل ردِ مرزائیت (مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور) ص ۴۴

(۱۶) ایضاً ص ۲۶

(۱۷) خالد شبیر احمد، پروفیسر، تاریخ محاسبۂ قادیانیت (مطبوعہ فیصل آباد) ص ۴۵۵

(۱۸) ایضاً ص ۴۶۰

(۱۹) احسان الٰہی ظہیر، البریلیہ عربی (طبع لاہور) ص ۱۹۔۲۰

(۲۰) عبدالوحید بیگ، مرزا، ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف، شمارہ جون ۱۹۸۸ء

کلام نوری میں عقیدۂ ختم نبوت کی ضیا باریاں

غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔'' (سورۂ احزاب: ۳۳/ ۴۰، ترجمہ: کنز الایمان)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نبی ہونا یعنی خاتم الانبیاء ہونا اجماعی عقیدہ ہے، اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن و ظاہر۔ انبیاے کرام علیہم السلام نے نوید اور بشارتیں دیں کہ نبی آخر الزماں آتے ہیں۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی شائع کردہ یوحنا کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے مرقوم ہے:

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔''

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) فرماتے ہیں:

''اس میں حضور کی بشارت کے ساتھ اس کا بھی صاف اظہار ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کا ظہور جب ہی ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے جائیں۔ اس کی تیرہویں آیت ہے: ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی

راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمھیں آئندہ کی خبریں دے گا۔'' اس آیت میں بتایا گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد پر دین الٰہی کی تکمیل ہوجائے گی اور آپ سچائی کی راہ یعنی دین حق کو مکمل کر دیں گے۔اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

(خزائن العرفان، حاشیہ کنزالایمان)

عقیدۂ ختم نبوت پر جب بھی شب خون مارنے کی کوشش ہوئی۔ علماے اُمت، محدثین اور فقہاے کرام نے کسی بھی فتنے کا منہ توڑ جواب دیا۔ ابتدا میں ہی بعض جھوٹے دعوے دار نمودار ہوئے جنھیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے کیفر کردار تک پہنچایا۔

عہدِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) بڑا ہی پرآشوب تھا۔ بھانت بھانت کی بولیاں بولی جارہی تھیں۔ نت نئے فتنے جنم لے چکے تھے۔ اسلامی عقائد و افکار کو متزلزل کرنے کے لیے مذہبی، تعلیمی، سائنسی، سیاسی، اقتصادی اور نظریاتی حملے وارد تھے۔ ان دینی فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ ''فتنۂ دیوبند'' تھا۔ عناصرِ دیوبند، اہانتِ رسالت کا ارتکاب کر کے ایک عظیم فتنے کے لیے راہ استوار کر چکے تھے حتیٰ کہ جماعت دیوبند کے سرخیل مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بھی کسی اور نبی کا پیدا ہونا ممکن مان لیا تھا۔ اس طرح دیوبند کی اس تھیوری پر چل کر قصبہ قادیان ضلع گورداس پور صوبہ پنجاب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں دعویِ نبوت کیا، جس کی پشت پناہی حکومتِ برطانیہ نے کی اور ہنوز قادیانیت کے استحکام کے لیے انھیں مواصلاتی قوت اور سٹیلائٹ ٹکنالوجی کی سہولت دے دی گئی ہے۔ دنیا کے ان خطوں میں جہاں مسلمانوں پر ہر طرح کے جور و ستم روا رکھے گئے ہیں، قادیانیوں کو تبلیغ کی کھلی آزادی حاصل ہے۔ حتیٰ کہ یہاں

کے صاحبانِ اقتدار بھی مسلم دُشمنی میں قادیانیت کی کھلی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

اس فتنہ کے سد باب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے تین رسائل تصنیف فرمائے نیز ختم نبوت کی تشریح میں دو کتابیں لکھیں۔ جب کہ ''فتاویٰ رضویہ'' میں کثیر صفحات انھیں عناوین پر موجود ہیں۔ یوں ہی فتاویٰ حسام الحرمین میں نو پید فرقوں بشمول فرقۂ قادیانی پر حکم شرع نافذ کیا گیا ہے۔اور ان کے کفر پر علماے حرمین نے تصدیقات ثبت کی ہیں۔ امام احمد رضا کے تلامذہ، خلفا اور دونوں فرزندانِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خان قادری (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اور حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوریؔ نے بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اور فتنۂ قادیانیت کے سدِ باب کے لیے تحریری و تصنیفی خدمات انجام دیں۔اس مضمون میں اپنے موضوع کی رو سے حضور مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوریؔ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ شاعری میں عقیدۂ ختم نبوت کے بیان میں جو مضامین نظم ہوئے ہیں ان کا اجمالی جائزہ لیں گے۔

نعت کا موضوع بڑا وسیع ہے۔اربابِ ادب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و خصائل، سیرت و شمائل کے مقدس اذکار نیز جمال جہاں آرا کی ضیا باریوں کے احوال پر نظم ہو یا نثر وہ نعت ہی ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری نبی ہونا آپ کے فضائل سے ہے لہٰذا اس کے منکر کا احتساب یا تردید بھی نعت کے موضوعات میں ضرور شامل ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے نعتیہ مجموعہ ''سامانِ بخشش ۱۳۵۴ھ'' میں نادر تشبیہات، دلچسپ استعارات، صنعات،عروضی خوبیوں نیز فنی خصوصیات کا استعمال بجا طور پر موجود ہے، تاہم یہاں عقیدۂ ختم نبوت کے مضامین پر گفتگو مقصود ہے۔ ذیل کے اشعار دیکھیں جن میں اس عقیدے کی جلوہ گری بھی ہے اور اسلوب کی دل کشی بھی۔

تم ہو فتح باب نبوت تم سے ختم دورِ رسالت
نور علم و رحمت والے ان کی پچھلی فضیلت والے
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم

موج اول بحرِ رحمت جوش آخر بحر رأفت
فیض وجود و سخاوت والے صلی اللہ صلی اللہ
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم

تم ہو اول تم ہو آخر، تم ہو باطن تم ہو ظاہر
حق نے بخشے ہیں یہ اسما صلی اللہ علیک وسلم

تمھیں سے فتح فرمائی تمھیں پر ختم فرمائی
رسل کی ابتدا تم ہو، نبی کی انتہا تم ہو

تمھیں باطن تمھیں ظاہر تمھیں اول تمھیں آخر
نہاں بھی ہو عیاں بھی مبتدا و منتہا تم ہو

تمہارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن
نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیاء تم ہو

ان اشعار میں کھلے لفظوں خاتمیتِ سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عقیدے کی پختگی کا اظہار موجود ہے۔ اور اس صفت خاتمیت کے بیان میں فتح باب نبوت، ختم دورِ رسالت، موجِ اول جوش آخر، بحر رحمت، بحر رأفت، اول وآخر، رسل کی ابتدا وانتہا، ختم الانبیاء جیسی

اصطلاحات برتی گئی ہیں۔ان کے توسط سے ختم نبوت کا مبارک مضمون دل آویز انداز میں باندھا گیا ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے حمد یہ کلام ''اذکارتوحید ذات، اسما وصفات وبعض عقائد'' میں عقیدۂ ختم نبوت کے جلوے آشکار ہوئے ہیں۔دو بند ملاحظہ فرمائیں ۔

اپنے مظہر اول کو اپنے حبیب اجمل کو
پہلے نبی افضل کو پچھلے مرسل اکمل کو
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

موج اول بحر قدم موج آخر بحر کرم
سب سے اعلیٰ اور اعظم سب سے اولیٰ اور اکرم
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اٰمَنَّا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

بعض اشعار میں اشارۃً اور کنایۃً فضائل وشمائل نبوی کے ساتھ ساتھ ختم نبوت کا مضمون بھی نظم ہوا ہے،ان اشعار کا مطالعہ فرمائیں ۔

نور علم و حکمت والے نافذ جاری حکومت والے
رب کی اعلیٰ خلافت والے تم پر لاکھوں سلام
تم پر لاکھوں سلام

سارے رسولوں سے تم برتر تم سارے نبیوں کے سرور
سب سے بہتر اُمت والے صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ
صلی اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیک وسلم صلی اللہ صلی اللہ

جتنے سلاطیں پہلے آئے سکّے ان کے ہوگئے کھوٹے
جاری رہے گا سکہ تیرا صلی اللہ علیک وسلم

پہلے بند میں یہ اشارہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تا قیامت جاری رہے گی۔ ''ختم نبوت'' کے اعزاز کو ''رب کی اعلیٰ خلافت'' سے یاد کیا گیا ہے۔

دوسرے بند میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سروری کا ذکر ہے، نیز یہ بیان بھی نظم ہوا ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بہتر اُمت والے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں۔ حدیث پاک میں پانچویں خصوصیت یہ بیان ہوئی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (خزائن العرفان: مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی)

اس میں ہمہ گیری و آفاقیت کا اظہار ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکملیت و خاتمیت کے پیش نظر اُمت کو بھی بہتر اُمت قرار دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اس کے تحت تفسیر ضیاء القرآن میں درج ہے:

''اگرچہ پہلی اُمتیں بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں۔ لیکن جو شان تمہارے امر بالمعروف کی ہے جو جلال تمہارے نہی عن المنکر میں ہے اور جو گہرائی، گیرائی اور کمال تمہارے ایمان باللہ میں ہے وہ تم سے پہلے کسی اُمت کو نصیب نہیں ہوا۔'' (ضیاء القرآن، جلد اول، ص ۲۶۳، مطبوعہ دہلی)

المختصر اس اُمت کی فضیلت بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت کا فیضان ہے لہٰذا شعر مذکور میں خاتمیت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

آخری شعر کے مصرعۂ ثانی میں ''سکہ جاری رہنا'' محاورہ ہے، جس کے معنی ہیں حکم چلنا/نقش جمنا۔ لاریب! ہمارے آقا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے سلسلے کا نقش آخر ہیں۔ اور آپ کی ملک میں سارا عالم ہے لہٰذا آپ کا سکہ پوری کائنات پر مرتسم ہے۔ آپ کے ہوتے کسی کا سکہ جاری ہونا ممکن ہی نہیں، محال ہے۔

مزید چند اشعار مطالعہ کریں اور باب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکرِ جمیل سے دل و

دماغ کومہکائیں اور فکر کو طراوت بخشیں۔

یوں ہی ہیں ماہ رسالت بھی سب نبیوں میں
کرور آنکھوں نہیں بے شمار آنکھوں میں

خدا کی سلطنت کا دو جہاں میں کون دولھا ہے
تم ہی تم ہو، تم ہی تم ہو، یہاں تم ہو وہاں تم ہو

نبیوں میں ہو ایسے نبی الانبیاء تم ہو
حَسینوں میں تم ایسے ہو کہ محبوبِ خدا تم ہو

جو سب سے پچھلا ہو پھر اس کا پچھلا ہو نہیں سکتا
کہ وہ پچھلا نہیں اگلا ہوا اس سے ورا تم ہو

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہِ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

انبیا کو رسائی ملی تم تک
بس تمہاری خدا تک رسائی ہے

شب معراج سے اے سید کل ہو گیا ظاہر
رسل ہیں مقتدی سارے، امام الانبیاء تم ہو

نہ ہوتے تم نہ ہوتے وہ کہ اصل جملہ تم ہی ہو
خبر تھے وہ تمہاری میرے مولیٰ مبتدا تم ہو

پہلے شعر میں ''ماہِ رسالت'' کہہ کر تمام انبیا میں آپ کی افضلیت وعلوے مرتبت کا روشن بیان ہے۔

دوسرے شعر میں یہ مضمون باندھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کے دولھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ مالک کونین ہیں۔ مالکِ دو جہاں ہیں۔ یہاں بھی، وہاں بھی، بلکہ ان کی شان ایسی بلند وارفع ہے کہ ''مختارِ کل'' ہیں۔تاج الشریعہ فرماتے ہیں ۔

جہاں بانی عطا کر دیں بھری جنت ہبہ کر دیں
نبی مختارِ کل ہیں جس کو جو چاہیں عطا کر دیں

تیسرے شعر میں دو باتیں ذکر ہوئی ہیں:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبیوں کا نبی یعنی ''نبی الانبیاء'' کہہ کر ''خاتم الانبیاء'' کہا گیا ہے۔

(۲) حسنِ بے داغ کے حوالے سے مقامِ محبوبیت کا بیان ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ۔

مہ بے داغ کے صدقے جاؤں
یوں دمکتے ہیں دمکنے والے

چوتھے اور پانچویں شعر میں جو مضمون صفحۂ قرطاس پر سجایا گیا ہے اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کو تمام انبیا سے ورا کہا گیا ہے۔شانِ اولیت کا بھی ذکر جمیل ہے اور ''ماہِ نبوت'' اور ''شمعِ رسالت'' سے معنون کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ انبیا کی بارگاہِ الٰہی عزوجل تک رسائی کا ذریعہ اور واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

چھٹے، ساتویں اور آٹھویں شعر میں واقعۂ معراج کے فلسفے پر روشنی پڑتی ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیا کی امامت فرمائی اور ''امام الانبیاء''

ٹھہرے، تمام انبیاے کرام مقتدی، تو کھل گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور یہ فضیلت تمام انبیا کی امامت سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے، اور یہ کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعثِ تخلیق کونین ہیں۔ تمام انبیاے کرام نے اپنی اپنی اُمت کو خبر دی کہ آخری نبی آتے ہیں اور آپ کا ظہور آخر میں ہوا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کیا دل لگتی بات کہہ گئے ؎

رُسل انھیں کا تو مژدہ سنانے آئے ہیں
انھیں کے آنے کی خوشیاں منانے آئے ہیں

ختم نبوت کا زریں تاج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس ہی سجتا ہے، اور تمام انبیائے کرام کی نبوت فیض ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکت کا، نیز اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اولیت کا بھی ذکر ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے کلام میں عقیدۂ ختم نبوت کے پیش نظر مختلف جہات سے مضامین نظم ہوئے ہیں۔ راقم نے صرف اجمالی جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور ذہن پر نقش ہونے والے بعض خاکے قرطاس پر ثبت کیے ہیں۔ ضرورت ہے کہ حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوریؔ کے کلام کا ادبی وفنی خصوصیات کے ساتھ ہی اسلامی عقائد کے آئینے میں تجزیہ پیش کیا جائے۔ اشعار نوریؔ میں عقائد حقہ کے منور ومعتبر تذکرے حق شناسی کا جوہر عطا کرتے ہیں۔ کلامِ نوریؔ میں ''عقیدۂ ختم نبوت'' کی انفرادیت، افضلیت واہمیت خوب ظاہر ہوتی ہے۔ اس باب میں نوع بہ نوع مضامین موجود ہیں۔ سیرتِ پاک کے ہمہ جہت پہلو بڑے عمدہ انداز میں نظم ہوئے ہیں جن پر پھر کبھی خامہ فرسائی کی جائے گی۔



شیخ المترفضہ کا امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ پہ اعتراض کا جواب....

عبیدالرضاارسلان قادری رضوی

ریاض شاہ اپنے ایک ویڈیو بیان میں 2 منٹ 35 سیکنڈ پہ کہتا ہے۔

''معاف کرنا مجھے چھیڑو نہ، مجھے چھیڑو مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ''عفریت'' کا معنی خبیث کس نے کیا''۔

الجواب!

اس کے بعد کی باتوں کا جواب بھی اپنے مقام پہ دیں گے مگر سردست ہم یہاں سورۃ النمل کی آیت نمبر 39 پہ ہی کلام کریں۔

اول تو ہم کہتے ہیں کہ تمہیں۔کس نے چھیڑا؟ ہم تو تمہیں منہ لگانا پسند نہیں کرتے چھیڑنا تو دور کی بات ہے۔

اب ذرا دیکھیں کہ سورۃ النمل آیت نمبر 39 میں اللہ جل شانہ نے کیا اعلان فرمایا:

قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ (النمل 39)

امام اہلسنت مجدد دین وملت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں فرمایا:

''ایک بڑا خبیث جنّ بولا کہ وہ تخت حضور میں حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں''

اب یہاں''عفریت'' کا ترجمہ اعلی حضرت امام اہلسنت نے یہ فرمایا'' بڑا خبیث جن''

اس پہ موصوف نے طنز کیا اب یہ اعتراض اس سے قبل مرزا جہلمی بھی کر چکا۔

اب یا تو یہ اعتراض ریاض شاہ نے مرزا سے مستعار لیا یا پھر مرزا نے ریاض شاہ سے لیا اس کا فیصلہ تو یہ خود فرمائیں۔

ہمیں افسوس اس بات کا ہوتا ہے جو بندہ اپنے لئے بڑے بڑے القابات کو پسند کرے شیخ الحدیث ومفسر قرآن ہونے کا مدعی ہو وہ لغت عرب سے ہی ناواقف ہے اور دعوی شیخ القرآن ہونے کا؟

لسان العرب میں"عفریت"کا معنی یوں لکھے ہیں:"الخبیث الشریر"۔

المنجد میں"عفریت" کے معنی یوں لکھے ہیں:"سخت خبیث"۔

اب یہاں تو لغت کی دو کتب کے حوالے دے دیے اس سے ان کی قرآن فہمی کے مفہوم کو سمجھنے کی اہلیت کا اندازہ لگائیں۔

اب ہم کتب تفاسیر کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ"عفریت" کے معنی مفسرین کے نزدیک کیا ہیں۔

العلامة أبی الفضل شهاب الدين السيد محمود الألوسی البغدادی اپنی مشہور زمانہ تفسیر"روح المعانی" میں اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں:

(قَالَ عفريت) أی خبيث مارد و

(من الجن) بيان له إذ يقال للرجل الخبيث المنكر الذی يعفر أقرانه، تفسیرِ روح المعانی ج2019 ص197 تحت سورۃ النمل آیت39

محمد بن مصلح الدين مُصْطَفى الموجوی الحنفی"حاشیہ محی الدین شیخ زادہ" میں فرماتے ہیں:

(قَالَ عِفرِيت) خبيث مارد (مِنَ الجن) بيان له لأنه يقال للرجل الخبيث (حاشیہ محی الدین شیخ زادہ علی البیضاوی ج6 ص397 تحت سورۃ النمل آیت نمبر39)

للإمام محی السنة أبی محمد الحسین بن مسعود البغوی تفسیرِ البغوی میں فرماتے ہیں:

وقال الضحاك هو الخبيث (تفسیر البغوی ج6 ص164)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری ج7 ص174 پہ یہی قول نقل فرمایا:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

أما قوله (قال عفريت من الجن) فالعفريت من الرجال الخبيث المنكر الذی يعفر أقرانه، و من الشياطين الخبيث المارد

تفسیر کبیر ج24 ص197

عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفي فرماتے ہیں:

(جنات میں سے ایک خبیث دیو نے کہا) عفریت: خبیث سرکش کو کہتے ہیں۔

تفسیر مدارک النسفی اردو ج2 ص917

یہاں ہم نے 2 کتب لغت اور 6 کتب تفاسیر سے پیش کیا کہ عفریت کا معنی ''خبیث'' ہی ہے۔

اور وہ جن خبیث جن تھا جس کا تذکرہ سورۃ النمل میں ہے امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ تفاسیر کے مطابق ہے جبکہ ریاض شاہ لغت و کتب تفاسیر سے ہی ناواقف ہے۔

ہم آخر میں ریاض شاہ کو کہیں گے ہم نے تمہیں چھیڑا نہیں اگر تم امام اہلسنت امام الشاہ احمد رضا خان بریلوی قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لو گے تو ہم تمہیں تمہاری اوقات دکھانے کے لئے ہر موڑ پہ تمہیں ملیں گے۔



اہل بیت کی محبت میں

نوحے پڑھنے/ سننے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

مرثیہ ونوحہ سے مراد یہ ہے کہ: مردے کے اوصاف بیان کر کے گریہ کرنا رونا چلانا سینہ کوبی کرنا، پھر مروجہ نوحہ میں موسیقی وسینہ کوبی ومن گھڑت واقعات جزع وفزع اور بھی کئی خرابیاں موجود ہوتی ہیں۔

شرعاً نوحہ پڑھنا وسننا ناجائز وحرام ہے احادیث میں اس کی سخت ممانعت موجود ہے ان کا ناجائز ہونا روافض کی کتب سے بھی ثابت ہے۔

جب نوحے پڑھنا وسننا شرعاً حرام ہے تو یہ اہل بیت کی محبت نہیں بلکہ جو اہل بیت کی محبت قرار دے کر اسے سنئے تو یہ اور زیادہ قابل گرفت ہے کہ ایک حرام فعل کو نہ صرف جائز بلکہ ثواب سمجھ رہا ہے۔

اہل بیت سے محبت یہ ہے کہ ان کی شان وعظمت بیان کی جائے، ان کے نام پر ایصال ثواب کیا جائے اور ان کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

نور اللغات میں ہے: مرثیہ کے معنی یہ ہیں مردے کی صفت، مردے کی تعریف ، وہ نظم یا اشعار جن میں کسی شخص کی وفات یا شہادت کا حال اور مصیبتوں کا ذکر ہو۔ (نور اللغات جلد 6 صفحہ 232)

فیروز اللغات اردو میں ہے: ”مرثیہ وہ نظم ہے جس میں مردے کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں یا وہ نظم جس میں شہدائے کربلا کے مصائب اور شہادت کا ذکر ہو۔“

نوحہ کی تعریف

نوحہ بھی مرثیہ کی طرح عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی صیحہ کرنے کے ہیں (یعنی

بلند آواز سے گریہ کرنے کو کہتے ہیں) ماتم کرنا لاش پر چلا کر رونا۔نوحہ اور مرثیہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی لاش پر گریہ کرنا چلانا سینہ کوبی کرنا اس کے اوصاف بیان کرنا۔

(فیروز اللغات اردو صفحہ 243)

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ رواہ ابو داؤد"

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب الجنائز باب دفن المیت رقم حدیث 1732 جلد 1 صفحہ 543 مطبوعہ المکتب الاسلامی)

"وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم لَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَمَانِعَ الصَّدَقَةِ وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ النَّوحِ"

ترجمہ:"روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کہ آپ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے لکھنے والے، زکوۃ نہ دینے والے پر لعنت فرمائی اور آپ نوحہ سے منع فرماتے تھے۔

(سنن نسائی جلد 2 صفحہ 123 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

"عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ، أَنّ النَّبِيَّ صَلّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلّم "نَهَى عَنِ النَّوحِ"

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں روکا ہے نوحہ کرنے سے۔

(مسند زید سنة الوفاة 122 كِتَابُ الْجَنَائِزِبَابُ الصِّيَاحِ وَالنَّوْحِ رقم الحدیث :188۔صفحہ 174 مطبوعہ شبیر برادرز)

"وعن أبي مالك الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أربع في أمتي من أمر الجاهلية لا يتركونهن الفخر في الأحساب والطعن في

الأنساب والاستسقاء بالنجوم والنياحة وقال »النائحة إذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب« رواه مسلم"

ترجمہ: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

زمانہ جاہلیت کی 4 چار باتیں ایسی ہیں جنہیں میری امت کے (کچھ) لوگ نہیں چھوڑیں گے:

(1) حسب پر فخر کرنا، (2) نسب پر طعن کرنا (3) ستاروں کے ذریعہ پانی مانگنا، (4) نوحہ کرنا۔

نیز آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہیں کی، تو وہ قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے جسم پر ''قطران'' (تارکول) کی شلوار اور ''خارش'' کا کرتا ہوگا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، رقم الحدیث: 1727، جلد: 1، صفحہ: 541، مطبوعہ: المکتب الاسلامی)

"رال میں آگ جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے۔ جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ نائحہ پر اس دن خارش کا عذاب مسلّط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کر کے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ خواہ عملی ہو یا قولی سخت حرام ہے، چونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لیے عموماً نائحہ تانیث کا صیغہ فرمایا: اس زمانہ میں نوحہ پر بھی فخر ہوتا تھا

لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ امام حسین اور دیگر شہداء کربلا کو بھی عذاب ہو کہ ان پر رافضی بہت نوحہ اور کوٹا پیٹی کرتے ہیں کیونکہ ان سرکاروں نے نہ اس کی وصیت کی نہ اس سے راضی ہوئے۔ مردے کے سچے اوصاف بیان کرنا مذبہ کہلاتا ہے اور اس کے جھوٹے اوصاف بیان کر کے رونا نوحہ ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مذبہ کیا تھا نوحہ نہیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب جنازوں کا بیان باب میت پر رونے کا بیان جلد2 صفحہ 124 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

سچے اوصاف بیان کر کے بھی نوحہ کرنا جائز نہیں

مسند زید میں ہے

"عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ ، وَلَا مَنْ سَلَقَ ، وَلَا مَنْ خَرَقَ ، وَلَا مَنْ دَعَا بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ " قَالَ زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ السَّلْقُ الصِّيَاحُ وَالْخَرْقُ ، خَرْقُ الْجَيْبِ ، وَالْحَلْقُ حَلْقُ الشَّعْرِ"

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جس نے (سوگ میں) بال منڈائے، چیخ و پکار کی، گریبان پھاڑا اور ہلاکت و موت کو پکارا۔ امام (اہل بیت) زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سلق'' کا معنی چیخ و پکار، ''خرق'' کا معنی گریبان پھاڑنا، اور ''حلق'' کا معنی بال مونڈنا ہے۔

(مسند زید (سنۃ الوفاۃ:122) «كِتَابُ الْجَنَائِزِ« بَابُ الصِّيَاحِ وَالنَّوْحِ ......رقم الحدیث:187 صفحہ 174 مطبوعہ شبیر برادرز)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری حنفی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شہادت نامے نثر ہو یا نظم جو آج کل رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سرو پا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا، سننا خواہ کہیں ہو مطلقاً حرام و ناجائز ھے خصوصاً جب وہ ایسی خرافات کو متضمن ہو جن سے عوام کے عقائد میں تزلزل واقع ہو تو پھر اور بھی زہر قاتل ہے ایسے وجوہ پر نظر فرما کر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آئمہ نے حکم فرمایا کہ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔"

(رسالہ تعزیہ داری صفحہ 6 مطبوعہ رضا اکیڈمی)

احکام شریعت میں ہے:

"محرم کی مجالس میں جانا،۔مرثیہ سننا حرام ہے"۔

(احکام شریعت جلد 1 صفحہ 141 مطبوعہ نظامیہ کتب گھر)

بہار شریعت میں ہے:"مرثیہ میں غلط واقعات نظم کیے جاتے ہیں، اہل بیتِ کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع فزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیہ رافضیوں (یعنی شیعوں) ہی کے ہیں، بعض میں تبَرّا (یعنی صحابہ کرام کو کافر کہتے ہیں اور گالیاں دی جاتی ہیں) بھی ہوتا ہے مگر اس رو میں سنّی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انھیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں، یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔"

(بہار شریعت باب مجالس خیر جلد 3 حصہ 16 صفحہ 650 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

بدمذہب بدعقیدہ رافضی شیعوں کے گھر سے ثبوت شیعہ کتب کے دو حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

"أَشَدُّ الجَزَعِ الصُّراخُ بِالوَيل وَ العَويل و لَطمُ الوَجه و الصَّدر وَ جَزُّ الشَّعرِ عَنِ النَّواصی و مَن أقامَ النّواحَةَ فَقَد تَرَكَ الصَّبرَ و أخَذَ فی غَيرِ طَرِيقِه"

ترجمہ: انتہائے جزع ویل عویل کی پکار کرنا ہے، اور منہ پر طمانچہ مارنا ہے، سینہ زنی کرنا اور بال نوچنا اور جس نے نوحہ خوانی و ماتم کیا اس نے صبر کو چھوڑ دیا اور غیر شرعی کام

کیا۔(فروع کافی، جلد 1، صفحہ 232 مطبوعہ ظفر شمیم پبلی کیشنز)

مزید محمد یعقوب کلینی لکھتا ہے:

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ"

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا:

مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتا ھے۔یعنی ماتم سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔

(فروع کافی جلد سوم، کتاب الجنائز باب الصبر والجزع جلد 1 صفحہ 233 مطبوعہ شمیم پبلی کیشنز)

اعلیٰ حضرت الحافظ مفتی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا عرائض بامید حاجت براری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات جاننا اور موافق شریعت ان امور کو اور جو کچھ اس سے پیدا اور یا متعلق ہوں کتنا گناہ ہے، اور زید اگران باتوں کو جو فی زمانہ متعلق تعزیہ داری وعلم داری کے ہیں۔

موافق مذہب اہل سنت کے تصور کرے تو وہ کس قسم کے مرتکب ہوا اور اس پر شرع کی تعزیر کیا لازم آتی ہے۔۔۔۔؟

جواباً: آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"افعال مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعت سیئہ وممنوع وناجائز ہیں انہیں داخل ثواب جاننا اور موافق شریعت مذہب اہلسنت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ وجہل اشد ہے، شرعی تعزیر حاکم شرع سلطان کی رائے پر مفوض ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 528، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید فرماتے ہیں:" پانی یا شربت کی سبیل لگانا جبکہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو بلاشبہہ بہتر و مستحب و کارثواب ہے۔۔۔ کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ وروایات باطلہ پر مشتمل ہیں، یوہیں مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب گناہ وحرام ہے۔۔۔ ایسے ہی ذکر شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں کما ذکرہ امام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ (جیسا کہ امام ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں اسے روایت کیا ہے۔ت) ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہلبیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو، نہ وہاں بَین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنّع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل و مناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلاشبہہ موجب ثواب ونزول رحمت ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (صالحین کے ذکر پر رحمت الٰہیہ نازل ہوتی ہے۔ت)

(فتاوی رضویہ، جلد 24، صفحہ 521۔۔۔رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

تیسرا حوالہ رافضی شیعوں کی کتب سے

جلاء العیون میں مشہور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے: کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی بہن کو وصیت۔

"یااختاہ اتقی اللہ وتعزی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون واھل السماء لایبقون جدی خیر منی وابی خیر منی وامی خیر منی واخی خیر منی ولی ولکل مسلم برسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اسوۃ فعزاً مابھذا ونحوہ وقال لھا یا اخیۃ انی اقسمت علیک فابری قسمی لاتشقی علی جیباً ولا تخمشی علی وجھا ولاتدعی علی بالویل والثبور اذا اناھلکت"

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی بہن سیدہ زینب رضی اللہ

عنہا کو وصیت کی فرمایا: اے پیاری بہن! اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرنا، خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مرجائیں گے اہل آسمان باقی نہ رہیں گے، میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لئے رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زندگی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہدایات بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقہ کے مطابق تعزیت کرنا اور فرمایا:

اے ماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں۔ میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا اور نہ ہی ہلاکت اور بربادی کے الفاظ بولنا۔

(جلاء العیون جلد 2، صفحہ 553 فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران)

واللہ اعلم عزوجل



امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی سخاوت

سید وقاص قادری

مدینہ منورہ میں کچھ غریب گھرانے تھے جن کے کھانے پینے کا انتظام راتوں رات ہوجاتا اور دینے والے کا پتا بھی نہیں چلتا تھا۔ وقت گزرتا رہا اور شہرِ مدینہ میں سو (100) کے قریب گھروں کو اَن دیکھے ہاتھوں سے سامانِ زندگی ملتا رہا۔ پھر ایک عظیم ہستی کا انتقال ہوا، ساتھ ہی اُن فقرائے مدینہ کو راشن ملنا بھی بند ہوگیا۔ تب ظاہر ہوا کہ پوشیدہ صدقہ کرنے والے وہ عظیم بزرگ حسینی سادات کے جدِّ امجد، نواسۂ رسول کے فرزندِ دلبند، حضرت سیّدُ نا امام زینُ العابدین علی اوسط رحمۃُ اللہِ تعالٰی علیہ تھے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج3، ص160 ماخوذاً)

سیِّدُ نا امام زین العابدین علیہ الرحمہ جب وضو کرتے تو خوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا، گھر والوں نے پوچھا کہ آپ پر وضو کے وقت یہ کیفیت کیوں طاری ہوجاتی ہے؟ تو فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں؟ (احیاءعلوم الدین، ج4،ص227)

میدانِ کربلا کی طرف جانے والے حسینی قافلے میں آپ رحمۃُ اللہِ تعالٰی علیہ شامل تو تھے لیکن بیمار تھے، اس لئے یزیدی لشکر آپ کو شہید کرنے سے باز رہا۔ حسینی سادات کی نسل آپ رحمۃُ اللہِ تعالٰی علیہ سے ہی آگے بڑھی۔

(تاریخ الاسلام للذہبی، ج6،ص432 ملتقطاً)

آپ سے بہت سے تابعینِ کرام نے علم حاصل کیا اور احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ اللہ پاک کی آپ پر رحمت ہو اور آپ کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو،

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم

سیِّد سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقر علم ہدیٰ کے واسطے



محقق مفسر جناب ریاض شاہ کی آیت کی تفسیر میں آٹھ مجرمانہ غلطیاں

علامہ عنایت اللہ حصیر

پہلا جرم: ریاض شاہ نے بظاہر تحریف معنوی کردی کہ سیدنا ادریس کا مزار نجف اشرف میں ہے جبکہ آیت میں ایسا کچھ نہیں آیا۔

دوسرا جرم: مکانا علیا آیت کی بظاہر من مانی من گھڑت تفسیر بالرائے کی جو کہ بعض علماء کی عبارات کے مطابق کفر ہے۔

تیسرا جرم: تضاد بیانی منافقت مکاری کی کہ ایک طرف کہا کہ سیدنا ادریس سمیت چار ہستیاں آسمان پے اٹھائے گئے اور دوسری طرف کہا کہ سیدنا ادریس کا مزار نجف میں ہے۔

چوتھا جرم: دوغلہ پالیسی منافقت کرتے ہوئے عام عوام کے لیے کہا کہ چوتھے مکان میں ہیں لیکن اتریں گے جبکہ اپنے حلقہ احباب میں کہا کہ سیدنا ادریس کا مزار نجف میں ہے۔

پانچواں جرم: دوغلہ پالیسی منافقت کرتے ہوئے ایک طرف شوشہ چھوڑا کہ ہم اعلیٰ حضرت کو مانتے ہیں انکا ترجمہ ٹھیک ہے جبکہ دوسری طرف کہا کہ ہمیں نہ چھیڑو ورنہ ہم بتائیں گے کہ عفریت کا معنیٰ "خبیث جن" کس نے کیا (چونکہ مرزا جہلمی یہ اعتراض مشہور کر چکا تھا کہ اعلی حضرت نے عفریت کا معنی خبیث جن کیا جو کہ غلط ہے... عفریت سے مراد خبیث جن ہے اسکے چند حوالے تحریر کے آخر میں پڑھیے) گویا اعلی حضرت سے غداری بھی اور پھر عوام سے مکاری بھی۔۔۔دوغلہ پالیسی وعیاری بھی شاید کہ یہ نیم رافضی بھوکے لالچی ہیں شہرت و پیسے وایجنٹی کے؟؟

چھٹا جرم: ایک طرف کہتا ہے کہ علم کیسے چھپاؤں اور دوسرے طرف کہتا ہے کہ میرے سینے میں راز ہیں، رازمت اگلواؤ... یہ تضاد بیانی مکاری بھی ہے تو علم چھپانا بھی ہے۔

ساتواں جرم: وضاحت میں کہتا ہے کہ اسکی مراد یہ تھی کہ سیدنا ادریس کا مزار نجف میں ہوگا۔۔۔ یہ بظاہر دوسری تحریف معنوی ہے کیونکہ آیت میں ماضی کا ذکر ہے اور یہ اسکو مستقبل کا معنی بنا رہا ہے۔

آٹھواں جرم: لفظ علیا کا ترجمہ سیدنا علی کر کے بظاہر تیسری تحریف معنوی کی اور تحریف معنوی کفر ہے، بظاہر تفسیر بالرائے کی جو کہ بعض علماء کی تصریح کے مطابق کفر ہے۔

نوٹ: ہم نے بظاہر لفظ احتیاط لکھا ہے کیونکہ کفر کا فتوی ہم نہیں دے سکتے... کفر کا فتوی معتبر اہلسنت مفتیان کرام ہی دے سکتے ہیں۔

اہلسنت کا مطالبہ

کئی عوام اور گدی نشیب پیر فقیر اور اپنے آپ کو محقق و مفتی و مناظر و علامہ فھامہ سمجھنے والوں مگر نیم رافضیت کے رنگ میں رنگنے والوں سے اہلسنت اپیل کرتے ہیں کہ خدارا رک جایئے لوٹ آیئے، سیدھی سیدھی توبہ رجوع کیجیے کرایئے، نیم رافضی مکار عیار لفاظی نام نہاد محقق و مفسر کو بھی لوٹایئے روکیے رجوع کرایئے۔

ورنہ! اعلانِ براءت کیجیے، انہیں اپنے پاس مت بلایئے، بائیکاٹ کیجیے کہ شاید انکی عقل ٹھکانے لگے ورنہ کہیں بے خبری میں یا من موجی و غفلت میں، کسی کے چکنے مسکے چاپلوسی جھوٹی تعریف میں آکر آپ بھی آہستہ آہستہ رافضیت توہین صحابہ غلو حد سے تجاوز کرتے کرتے نہ جانے کہاں پہنچ جائیں گے۔؟؟

ریاض شاہ کی پوری تقریر سنی جوابی تقریر بھی سنی آفیشل پیج پے انکا گول مول بیان بھی پڑھا۔ان سب میں ریاض شاہ نے کیا اہم اہم بات کی، آیئے آپ کو بتاتے ہیں۔

وَّ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا

اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔(سورہ مریم آیت 57)

آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ریاض شاہ کہتا ہے:

ہم نے انکو بلندی بخشی اس مکان تک ہم انکو لے گئے جو بہت اونچا تھا...

مزید کہتا ہے: ان سے پوچھو ادریس علیہ السلام کا مزار کہاں ہے؟

ادریس علیہ السلام کا مزار ادھر ہی ہے جدھر نجف اشرف شریف میں علی کا مزار ہے:

وَّ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ترجمہ: ہم نے اسکو وہ جگہ دی جو جگہ علی کو دی۔

مزید کہتا ہے: جو آسمان میں ہیں وہ نیچے بھی اتریں گے انکا بھی تو کہیں مزار بنے گا، معاف کرنا مجھے چھیڑو نہ کہ عفریت کا معنی خبیث کس نے کیا... مجھے سب معلوم ہے مگر چپ رہن دیو... زیادہ تنگ کرو گے تو راز کھلیں گے... ادریس کا مزار ہو گا نجف اشرف میں... میں کیا کروں میں چھپا نہیں سکتا۔

پھر کہتا ہے: چار کو زندہ اٹھایا گیا ادریس علیہ السلام الیاس علیہ السلام ایک حضرت خضر ایک حضرت عیسی علیہ السلام۔

مزید کہتا ہے: سب نبی اونچے ہیں ایک ادریس ہیں جن کو اللہ نے اونچا کیا چوتھے آسمان پے پہنچا دیا۔

مزید کہتا ہے: سورج کس کا پابند تھا، مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: علی جا کر اسکو کہو واپس آ۔

(نوٹ اس پر تحقیق الگ سے لکھوں گا کہ سچ کیا ہے.....؟؟) سورج سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پے لوٹا یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و دعا سے لوٹا.....؟؟ کیا واقعی معتبر روایت میں ہے کہ سیدنا علی کے حکم سے لوٹا یا یہ ریاض شاہ کا جھوٹا بیان ہے....؟؟ جھوٹی تعریف تو سیدنا علی یا کسی اہلبیت یا کسی صحابی یا کسی نبی پاک کی بھی نہیں کر سکتے)

مزید کہتا ہے: مولانا دھوکہ نہ کرنا... کیا میں چھپا کے جاؤں، کتمان علم کر کے جاؤں۔

مزید لکھتا ہے: ترجمہ وہی صحیح ہے جو اعلی حضرت عظیم البرکت اور ان جیسے اکابر نے کیا۔

ریاض شاہ کی مذکورہ باتوں سے اسکے آٹھ جرم مکاریاں تحریف تضاد بیانیاں ثابت ہوتی ہیں جنکو ہم شروع میں لکھ آئے... سمجھ نہ لگے تو تحریر کی شروعات کو دوبارہ پڑھ

لیجیے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ ، قَالَ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قران میں اپنی رائے سے کچھ کہا (بغیر معتبر علم کے تفسیر بالرائے کی) تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔

(ترمذی حدیث 2951)

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قران میں بغیر صحیح علم کے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے (یعنی بغیر معتبر علم کے تفسیر بالرائے کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے) (الجامع الصغیر امام سیوطی حدیث 12512)

أخبرنا أبو زكريا بن أبي إسحاق، أخبرنا أبو عبد الله محمد بن يعقوب، أخبرنا أبو أحمد محمد بن عبد الوهاب، أخبرنا قبيصة بن عقبة، حدثنا سفيان، عن عبد الأعلى، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال قال رسول الله ـ صلى الله عليه وسلم ـ سُوْرَةٌ مَن قَال في القُرآن بغير علمٍ فَلْيَتَبَوَّأ مقعدَه من النّار

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے قران میں بغیر صحیح علم کے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے (یعنی بغیر معتبر علم کے تفسیر بالرائے کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے) (شعب الایمان امام بیھقی حدیث 2079)

سچوں (کو پہچان کر ان) کا ساتھ دو (سورہ توبہ آیت 119)

دین و دنیا کو بدنام تو جعلی منافق مکار کر رہے ہیں۔عوام و خواص سب کو سمجھنا چاہیے کہ جعلی، مکار، منافق تو علماء پیر اینکر لیڈر سیاست دان جج وکیل استاد ڈاکٹر فوجی وغیرہ افراد و اشیاء سب میں ہو سکتے ہیں، ہوتے ہیں تو جعلی کی وجہ سے اصلی سے نفرت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اصلی کی تلاش اور اسکا ساتھ دینا چاہیے۔



عبادت وریاضت

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کم کھانے کو معمول بناؤ، تمھیں شب بیداری کی توفیق نصیب ہوگی؛ روزے کا اہتمام کرو، وہ تم سے فسق وفجور کا باب بند کرے گا اور عبادت و بندگی کے دروزے کھول دے گا؛ کلام وگفت گو کم کردو، تمھارا دل نرم ہو جائے گا؛ اور زیادہ تر خاموش رہا کرو، تمھیں زہد وورع سے نوازا جائے گا''۔(حلیۃ الاولیاء ۸۲/۷)



چند اشعار کے شرعی احکام (قسط دوم)

از قلم: امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ

مرتب: پروفیسر محمد عابد بٹ قادری رضوی

مسئلہ ۴۸: مسئولہ عبدالرحمن، طالب علم مدرسہ چھیپوں، احمد آباد، گجرات، ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سن

کر پڑھنے والے کو کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدے منبر پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا، آیا شرعاً یہ قصیدہ جائز ہے یا نہیں؟ قصیدہ مذکور یہ ہے:

(1) مرحبا یا مرحبا یاشاہ لواری مرحبا
نور الہدیٰ خیرالوریٰ یاشاہ لواری مرحبا

(2) یا امام العالمیں و انتخاب اولیں
ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا

(3) پیشوائے اولیا تو برگزیدہ ذو الجلال
شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا

(4) کے کن عطا فضل وکرم امروز فرد اے کریم
صامع بجز تو نیست کس یاشاہ لواری مرحبا

(5) یا بشیر و یا نذیر و اے شہ اولوالعزم
ملجائے والا اصفیا یا شاہ لواری مرحبا

(6) منعم و مسجود قیوم و جہاں بحرکرم
طالب ومطلوب ومصدر یا شاہ لواری مرحبا

(7) ذات تو احد ولے میم موجودات او
خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا

(8) قاب قوسین توئی گفت مازاغ البصر
جائے تو رشکِ مدینہ یا شاہ لواری مرحبا

(9) سیدکونین سالارِ رسل گنج نہاں
یا محمدن الزماں یا شاہ لواری مرحبا

(10) ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں
لایموت ولم یزل یا شاہ لواری مرحبا

(11) مشکل کشا احمد زماں القاہ اللہ بہرما
آوارہ پرور حافظا یا شاہ لواری مرحبا

الجواب: یہ خالص کفر ہے اوراس کا قائل اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو (1) آں سرورِ عالم کہنا، (2) علیہ الصلوٰۃ کہنا، (3) مسجود و مخلوق کہنا، (4) خیرالورٰی کہنا ، (5) انتخاب اولین کہنا، (6) شافع ہر دوسرا کہنا، (7) سید کونین کہنا تو حرام و جزاف تھا ہی یونہی (8) خلق عالم راسبب اور (9) قاب قوسین اور (10) مازاغ البصر اور (11) جائے تو رشک مدینہ کہنا، ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بہ کفر ہیں، مگر (12) ذات تو احد اور (13) سالار رسل اور (14) مسند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقیناً کفر ہے۔ یونہی فقہائے کرام نے (15) قیوم

جہاں، غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی۔"مجمع الانہر" میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق (جل وعلا) نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یکفر 1 اھ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے کسی صفت کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلاً اسے قدوس کہے یا قیوم یا رحمن کہے تو وہ کافر ہوجائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(ت)

(1) مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر: باب المرتد-ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

فتاویٰ رضویہ شریف پاکستان ج25 ص279 انڈیا ج11 ص 251



آخر وہ کون تھا

جمیل احمد قادری رضوی، پٹنہ

ابھی وہ آیا نہ تھا، مگر گھر والوں میں اس کا چرچا ہونے لگا تھا۔اس کے علم و فضل کی باتیں ہونے لگی تھیں۔

میں نے دیکھا ہے، سورج ابھی نکلا نہیں ہوتا، مگر اس کی ضیا پاشیاں ایک عالم کو منور کرنے لگتی ہیں۔یہ آنے والا بھی علم و آگہی اور فضل و کمال کا سورج تھا۔صرف 68 سال افق حیات پر رہا۔مگر دنیا کو ایسا نور دے گیا، کہ وادی وادی اور صحرا صحرا اس سے منور ہوگیا۔آج وہ ایمان والوں کی شان، اور خوش عقیدگی کی پہچان بنا ہوا ہے۔

ہاں ہاں!!! میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔اس نے بھی زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھا تھا۔اپنی صورت بھی نہ دکھائی تھی۔مگر نظر والے اسے دیکھ چکے تھے۔

محترم والد گرامی نے ایک خواب دیکھا، اور پریشان ہوگئے۔اور جب اپنے والد بزرگوار سے اس خواب کا تذکرہ کیا، تو جواب ملا، کہ بہت مبارک خواب ہے۔

منقول ہے کہ: ’’جس وقت اعلیٰ حضرت قبلہ بطن مادر میں تھے، آپ کے والد ماجد نے ایک بہت ہی عجیب خواب دیکھا۔جس کی وجہ سے کچھ پریشانی لاحق ہوگئی۔ رات بھر اس خواب کی فکر میں رہے۔اور صبح اٹھے تو بھی اس کی تشویش باقی تھی۔صبح سراپا فیض و برکت علامہ مولانا رضا علی خاں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے خواب بیان فرمایا۔حضرت ممدوح نے فرمایا بہت مبارک خواب ہے۔ بشارت ہو کہ پروردگار عالم تمہیں ایک فرزند عطا فرمائے گا، جو علم کے دریا بہائے گا، جس کا شہرہ مشرق و مغرب میں پھیلے گا۔(حیات اعلی حضرت جلد اول صفحہ 79 امام احمد رضا اکیڈمی)

اور جب پیدائش ہوئی تو دادا جان نے اپنے پوتے کو دیکھ کر بھی وہی جملہ فرمایا کہ ’’یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا‘‘۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت کی بڑی بہن فرماتی ہیں:

’’جب اعلیٰ حضرت پیدا ہوئے تو میرے والدان کو جناب دادا صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں لے گئے۔دیکھ کر گود میں لیا، اور فرمایا یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا‘‘۔(حیات اعلحضرت جلد اول ص78)

اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے، کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔

مقتدائے عرب وعجم، آبروئے علم وفن، عاشق خیر الانام، فخر الاعلام، مجدد اسلام، اہل سنت کے امام، حضور اعلی حضرت، امام احمد رضا کی بات کر رہا ہوں۔

امام اہل سنت کا بچپنا ہے، ننھی سی عمر ہے۔ایک مجذوب سے ملاقات کرتے ہیں، مجذوب بھی کیسا، لذت آشنائی سے سرشار، دوعالم سے بیگانہ، ملنے والوں کو دعاؤں کی جگہ گالیوں سے نوازنے والا، گدڑی میں لعل اور آستینوں میں ید بیضا رکھنے والا۔

اسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی، کہ آنے والا تخت وتاج کا مالک ہے، یا کوئی گمنام، بوریا نشین، وہ سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکتا تھا۔مگر امام اہل سنت کو دیکھا، تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

سرکار اعلی حضرت، خود فرماتے ہیں: ''بریلی شریف میں ایک مجذوب یہ بشیر الدین صاحب اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا، کم سے کم 50 گالیاں سناتے''۔

مجھے ان کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا۔ اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور 15۔ 20 منٹ تک دیکھتے رہے۔ اخر مجھ سے پوچھا صاحبزادے! تم مولوی رضا علی صاحب کے کون ہو۔ میں نے کہا۔ میں ان کا پوتا ہوں۔

فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھے اٹھا کر لے گئے۔ اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو۔ میں نے کہا مقدمہ تو ہے۔ لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں۔ میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں، قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے۔ اللہ کرم کرے۔ اللہ رحم کرے۔ اللہ کرم کرے۔ اللہ رحم کرے''۔ (الملفوظ ج4 ص50۔51)

دس سال کی عمر شریف ہے، دروازے پر ایک اجنبی آواز دیتا ہے، امام اہل سنت باہر گئے تو کیا ہوا۔ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی بڑی بہن فرماتی ہیں: ''اعلیٰ حضرت (کہ ان کی عمر اس وقت 10 برس کی تھی) باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک بزرگ فقیر منش کھڑے ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ آؤ آپ تشریف لے گئے۔ سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور فرمایا: تم بہت بڑے عالم ہو گے۔ (حیات اعلی حضرت جلد اول صفحہ 78)

دنیا والے کسی کے کارناموں کو پہلے دیکھتے ہیں، پرکھتے ہیں، اور تب جا کر اس کے قائل ہوتے ہیں، گن گاتے ہیں، بلکہ اس منزل تک پہنچنے کے لیے کبھی کبھی پوری عمر نا کافی

ہوتی ہے۔مگر امام احمد رضا، تاریخ انسانی میں ایک ایسی منفرد شان کے حامل تھے، کہ ان کی عظمت و برتری کا اعلان وقت سے پہلے ہی ہونے لگا تھا۔قدرت کی فیاضی اور کرم نوازی ایسی ہی ہوتی ہے۔ ایک صاحب کو تو اعلیٰ حضرت کے انسان ہونے پر ہی شبہ ہونے لگا تھا، انہیں لگا کہ کہیں یہ کوئی فرشتہ تو نہیں ,جو انسانی بھیس میں ہمارے درمیان گھوم رہا ہے۔

ملک العلماء، حضرت علامہ، ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک مولوی صاحب چند بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ بھی ان سے کلام اللہ شریف پڑھا کرتے تھے۔ایک روز کا ذکر ہے، مولوی صاحب کسی آیت کریمہ میں بار بار ایک لفظ، حضور اعلی حضرت کو بتاتے تھے۔مگر آپ کی زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ زبر بتاتے تھے۔اور آپ زیر پڑھتے تھے''۔

یہ کیفیت حضور (اعلیٰ حضرت) کے جد امجد (دادا جان) قطب الوقت، حضرت مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر حضور (اعلیٰ حضرت) کو اپنے پاس بلا لیا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی- زیر کی جگہ زبر لکھ دیا گیا تھا- اور اسی طرح بے تصحیح طبع ہوگیا تھا (یعنی اس غلطی کے ساتھ ہی وہ قران پاک چھپ گیا تھا۔اور وہ غلط لفظ کوشش کے باوجود زبان سے نہیں نکلتا تھا) یعنی جو حضور پرنور (اعلیٰ حضرت) رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان مبارک سے نکلتا تھا، وہی صحیح تھا۔

حضور (اعلیٰ حضرت) سے حضرت جد امجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مولوی صاحب جس طرح تم کو بتاتے تھے، اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ حضور (اعلیٰ حضرت) نے عرض کیا: میں ارادہ کرتا تھا، کہ اسی طرح پڑھوں ,مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا، حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز نے فرمایا خوب!!!! اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پھیرا، اور دل سے دعا دی۔ پھر ان مولوی صاحب سے فرمایا۔ یہ بچہ صحیح پڑھ رہا تھا۔حقیقتاً کاتب نے

غلط لکھ دیا ہے۔اور پھر قلم فیض رقم سے اس کی تصحیح فرمادی (یعنی اپنے قلم سے اس غلطی کو درست فرمادیا) انہی کا بیان ہے کہ اس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بار بار پیش آئے تو ایک روز تنہائی میں حضور (اعلیٰ حضرت) سے کہنے لگے صاحبزادے! سچ سچ بتا دو! میں کسی سے کہوں گا نہیں۔تم انسان ہو یا فرشتہ۔

آپ نے فرمایا۔خدا کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں۔اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال ہے۔(حیات اعلی حضرت جلد اول صفحہ 81)

ایسے سوال تب ہی اٹھتے ہیں,جب کسی کی خوبیاں عقل وفکر کو حیران کردیں۔

امام احمد رضا بظاہر ایک انسان تھے۔ورنہ فضل و برتری اور اوصاف انسانی کے لحاظ سے دیکھیں،تو وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ اور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت تھے۔اور کرامت ہو یا معجزہ،اگر عقل انسانی میں آجائے،تو پھر وہ معجزہ یا کرامت ہی کہاں رہ جائے گا۔؟

یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والوں نے دیکھا، پڑھنے والوں نے پڑھا،سمجھنے والوں نے سمجھا،مگر آج تک امام احمد رضا کے فضل وکمال کا احاطہ نہ ہوسکا،ان کی تحقیقات،علمی برتری،علوم کی گہرائی،فنون کی گیرائی، بیشتر فنون میں حیرت انگیز تعمق،علوم دینیہ ہوں یا عقلیہ، ہر میدان میں امام احمد رضا کے لہراتے پھریرے، انسانی فکروں کو مسحور کردیتے ہیں، ایک فرد واحد سے اتنے سارے کارناموں کا صدور، سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ''وہ آخر کون تھا''۔

یہ کون تھا،یہ کس نے بکھیری تھیں مستیاں
ہر ذرہ صحن باغ کا ساغر بدوش ہے



فتحِ بیتُ المقدس 2 اکتوبر 1187ء (583ھ)

1174ء میں سلطان نورالدین زنگی علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد ان کا بیتُ المقدس کو آزاد کروانے کا مشن ان ہی کے ایک فوجی سلطان صلاح الدین ایوبی نے تیرہ (13) روزہ محاصرے کے ذریعہ صلیبیوں کے اٹھاسی (88) سالہ قبضہ کا خاتمہ کر کے جمعہ کے مبارک دن 2 اکتوبر 1187ء کو پورا کیا۔ اس روز ہجری کیلنڈر کے حساب سے رجب کی چھبیس (26) تاریخ تھی یعنی آزادی کی پہلی رات شبِ معراج تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے بعد ستر ہزار (70000) مسلمانوں کو شہید کر کے ان کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے۔

جبکہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو آزاد کروانے کے بعد فدیہ لے کر تمام مسیحیوں کو آزاد کرنے کا اعلان کیا۔

ابتدا میں مردوں کے لیے بیس (20)، عورتوں کے لیے دس (10) اور بچوں کے لیے پانچ (5) اشرفیوں کا فدیہ طلب کیا بعد ازاں سلطان نے فدیہ کی رقم کم کر کے مردوں کے لیے دس (10)، عورتوں کے لیے پانچ (5) اور بچوں کے لیے ایک اشرفی مقرر کر دی۔ وہ بھی ادا نا ہو سکا تو سلطان نے صرف تیس ہزار (30000) اشرفیوں کے بدلے تمام مسیحیوں کو چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا بھی فوری بندوبست نا ہوا تو سلطان نے فدیہ کی ادائیگی کے لیے ایک ماہ کی مہلت دی جس میں بھی 50 دن تک کی توسیع کی گئی۔

جب یہ رقم بھی پوری نا ہوئی تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسیحیوں کا فدیہ خود ادا کر کے انہیں رہا کر دیا۔

ایسے رحم دل حکمران سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبی فوج کے ایک جنرل ریجی نالڈ کو اپنے ہاتھوں سے واصلِ جہنم کیا۔ یہ وہ صلیبی جنرل تھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی قسم کھائی ہوئی تھی اور چند سال قبل اسی نے مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے پر لوٹ مار کی غرض سے حملہ کیا تھا۔ قافلے والوں نے اس ریجی نالڈ سے رحم کی درخواست کی تو اس مردود صلیبی جنرل نے نہایت حقارت کے ساتھ کہا تھا کہ ''مجھ سے رحم کی بھیک کیوں مانگ رہے ہو؟ تمہارا ایمان تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ہے۔ انہی کو پکارو، وہ ہی تمہیں بچائیں گے''۔

جنرل ریجی نالڈ کے یہ الفاظ سلطان صلاح الدین ایوبی تک پہنچے تو سلطان نے قسم کھائی ''میں اُس شاتمِ رسول کو اپنے ہاتھوں سے جہنم واصل کروں گا''

پھر کچھ وقت کے بعد فتح بیت المقدس کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے سلطان کو ان کی قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور جنرل ریجی نالڈ گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے آ گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی شمشیر نیام سے نکالی تو ریجی نالڈ کا چہرہ زرد پڑ گیا اور وہ فوراً ہی سلطان کے قدموں میں گر گیا اور معافی مانگنے لگا سلطان نے انتہائی نفرت کے ساتھ فرمایا کہ ''تیرا گناہ وہ گناہ ہے جس کی کوئی معافی نہیں اور میری قسم وہ قسم ہے جس کا کوئی کفارہ نہیں''۔

سلطان نے اپنی تلوار اُٹھائی اور شاتم رسول ریجی نالڈ کو مخاطب کر کے کہا۔

''میری خواہش تو یہ تھی کہ تیرے جسم کے ایک ایک حصے کو الگ کروں اور تجھے تڑپا تڑپا کر کئی مہینوں میں تجھے تیرے انجام تک پہنچاؤں مگر میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی کے جسم کے بھی ٹکڑے مت کرو۔ بس میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہے کہ تو اذیت ناک موت سے بچ گیا''۔

خوف کے مارے ملعون جنرل ریجی نالڈ کا جسم اور لباس اس کے اپنے پیشاب اور

پاخانہ سے بھیگ چکا تھا۔

سلطان نے تلوار فضا میں بلند کی اور اس شاتمِ رسول کو اپنے ہاتھوں سے جہنم واصل کر دیا۔

اللہ تعالیٰ آج کے مسلمانوں کو بھی سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسی غیرت عطا فرمائے۔آمین



تذکرۂ میاں صاحب الوریٰ

مولانا ابو ماجد محمد شاہد عطاری مدنی، کراچی

امام المحدثین مفتی سیّد محمد دیدار علی شاہ محدث الوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے چچا جان حضرت میاں صاحب مولانا پیر سید نثار علی شاہ رضوی مشہدی الوری کا تذکرہ بنام

امام المحدثین مفتی سیّد محمد دیدار علی شاہ محدث الوری ثم لاہوری (1) رحمۃ اللہ علیہ کے چچا جان میاں صاحب الوری حضرت مولانا پیر سید نثار علی شاہ رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ''رضوی مشہدی سادات گھرانے'' میں غالبا 1245ھ مطابق 1830ء کو موج پور (2) ضلع الور (3) راجستھان، ہند میں ہوئی۔آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سید محمد تقی رضوی مشہدی خاندان سادات کے عظیم فرد، عالم دین، عابد وزاہد اور رہنمائے قوم تھے۔میاں صاحب نے علم دین اپنے والد گرامی اور دیگر معاصر علما سے حاصل کیا۔ آپ بچپن سے ہی کم گو، عبادت میں مگن رہنے والے، روزہ نماز کے پابند، سنتوں کے عامل اور ذکرواذکار میں مصروف رہنے والے تھے۔اکثر وقت تنہائی میں گزارتے، عبادت کے لیے دوردراز کے پہاڑوں میں چلے جاتے اور مجاہدوں میں

مصروف رہتے، یوں آپ نے سلوک کی کچھ منازل طے کیں۔(4)

میاں صاحب نے معرفت کی تلاش میں رختِ سفر باندھا اور بھرت پور (5) روانہ ہو گئے۔اس زمانے میں بھرت پور میں حضرت میاں غازی الدین شاہ قادری راجشاہی المعروف شیخ کمال (6) کی بزرگی کا شہرہ تھا۔آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے،ان کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ قادریہ راجشاہیہ میں بیعت کیا اور بعد میں خلافت سے نوازے گئے۔میاں صاحب مادرزاد ولی اللہ تھے۔شیخ کمال کی صحبت نے آپ کے عشق الٰہی کو مزید بھڑکا دیا اور آپ کے مجاہدوں میں اضافہ ہو گیا۔میاں صاحب غالباً 1265ھ مطابق 1849ء کو کلیر شریف (7) تشریف لے گئے۔وہاں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ غلام رسول لکھنوی (8) سے ہوئی آپ ان کی خدمت میں چھ ماہ رہے، پھر ان کے ذریعے ان کے مرشد حضرت خواجہ خدا بخش لکھنوی (9) سے خلافت کی سعادت پائی۔(10)

سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت حاصل کرنے کے بعد میاں صاحب پر جذب کی کیفیت کا غلبہ ہو گیا۔آپ عرصہ دراز تک کُنجلی بَن (11) (جنگل) میں مجاہدوں اور مراقبوں میں مگن رہے۔کچھ عرصے بعد اپنے وطن تشریف لے آئے مگر آتشِ عشق تھی کہ بڑھتی چلی گئی۔بعض اوقات آپ گھر سے باہر چلے جاتے اور گھر والوں کو خبر نہ ہوتی کہ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔یہ کیفیت تقریباً سات سال طاری رہی۔(12) آپ جب اس طرح گھر سے لاپتہ ہو جاتے تو آپ کے برادرِ محترم حضرت خواجہ سیّد نجف علی شاہ (13) آپ کو تلاش کرتے اور انہیں گھر لے آتے۔اسی طرح ایک مرتبہ 1272ھ مطابق 1856ء میں آپ گھر سے چلے گئے پھر معلوم ہوا کہ آپ ایک پہاڑ کے غار میں معتکف ہیں، چنانچہ بھائی نے وہاں جاکے دیکھا تو آپ کی کیفیت عجیب تھی۔ان کو وہاں سے لایا گیا اور حضرت خواجہ غلام رسول صابری علیہ الرحمۃ سے حال عرض کیا۔خواجہ

صاحب کی توجہ سے آپ کی یہ کیفیت آہستہ آہستہ ختم ہوگئی اور آپ نے رشد وہدایت کا سلسلہ شروع فرمایا۔لوگوں کا آپ کی جانب رجوع ہوگیا اور وہ آپ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے لگے۔میاں صاحب نے علاقۂ میوات (14) میں نیکی کی دعوت کا سلسلہ شروع فرمایا۔جوق درجوق لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔بے نمازی نمازی بن گئے،علم سے بے بہرہ علم سے سیراب ہونے لگے۔اللہ کی ناراضی کے کاموں میں اپنی زندگیاں برباد کرنے والے رشد وہدایت کی شاہراہ پر چل کر لوگوں کے رہنما بن گئے۔کئی مخیر وبا اثر لوگ بھی آپ کے مرید ہوئے۔(15)

انہیں میں سے نواب حافظ نشاط علی خان بھی ہیں جو الور کے راجہ کے اتالیق ومشیر اور صاحبِ حیثیت اور مؤثر شخصیت کے مالک تھے۔(16) ان کی رہائش ریاست کے دارالحکومت الور میں تھی۔یہ الور سے آپ کے پاس آتے اور کئی کئی دن آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔انہوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ الور تشریف لئے چلیں،وہاں دین کی خدمت کے مواقع زیادہ ہیں۔انکی درخواست کی تائید دیگر حضرات نے بھی کی،چنانچہ آپ کا خاندان تقریبا 1274ھ مطابق 1858ء کو موج پور سے الور منتقل ہوگیا۔آپ نے محلہ دائرہ میں قیام کا فیصلہ کیا کیونکہ وہاں اکبری دور کے عظیم محدث وعالم حضرت شیخ مبارک شاہ الوری (17) رہا کرتے تھے۔وہاں کی عظیم ''مسجدِ دائرہ'' مرورِ زمانہ کے ساتھ ویران ہوچکی تھی اور غیر مسلموں کے پاس تھی۔نواب حافظ نشاط علی خان کی کوشش سے 1265ھ مطابق 1849ء میں اسے آزاد کر کے دوبارہ آباد کیا گیا۔(18) میاں صاحب کا مکان ''مسجد دائرہ'' سے متصل تھا۔میاں صاحب اس مسجد میں نمازیں اور جمعہ ادا فرماتے تھے۔آپ کی کوشش سے الور کے لوگ نماز پنچگانہ کے ساتھ ساتھ نماز تہجد،اشراق چاشت اور اوابین کے عادی ہوئے۔ذکر واذکار اور درود شریف کا ورد لوگوں کی زبانوں پر جاری ہوا۔غرض آپ کی

برکت سے الور میں مسلمانوں کے دلوں میں نورِ علم وعرفان کی شمع روشن ہوئی اور گھر گھر اللہ ورسول کا ذکر اور چرچا ہونے لگا۔(19)

میاں صاحب الوری کے بھائی حضرت مولانا صوفی سید نجف علی رضوی قادری صاحب کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ اکتالیس روز اپنے مکان محلہ دائرہ کی چھت پر بنائے گئے حجرہ میں چلہ کش ہوگئے۔ دن کو روزہ رکھتے، نمک، پانی اور باجرے کی روٹی سے افطار کرتے، صرف نماز پنجگانہ کے لیے مسجد میں آتے، کسی سے ملاقات اور کلام نہ فرماتے۔ یوں اکتالیس دن عبادت و ریاضت میں گزرانے کے بعد آپ نے بشارت دی: بیٹا پیدا ہوگا، دین کا چرغ، دیدار علی نام رکھنا چنانچہ آپ کے بھتیجے امام المحدثین حضرت مولانا مفتی سید دیدار علی شاہ محدث الوری صاحب کی ولادت 1273ھ مطابق 1856ء بروز پیر محلہ نواب پورہ الور میں ہوئی۔ حضرت میاں صاحب حاملِ علم لدنی تھے۔(20)

میاں صاحب نے 1276ھ مطابق 1860ء میں سفرحج کا ارادہ فرمایا۔ معززین الور آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے راستے میں راہِ خدا میں ہاتھ کھول کر خرچ کیا۔ مکہ معظّمہ میں الور ریاست کے نام سے زمین کا ٹکرا لیا اور اس میں حجاج کرام کے لیے مسافر خانہ(رباط) تعمیر کیا۔ جس میں حجاج قیام فرماتے، ان کی خوب خدمت کی جاتی اور انکی ضروریات کا خیال رکھا جاتا تھا۔ میاں صاحب کی اسلام کی سربلندی اور سنتوں کی احیاء کی کوششوں سے نہ صرف مسلمانوں کو دینی دنیوی فوائد وثمرات حاصل ہوئے بلکہ کئی غیرمسلم بھی میاں صاحب کے دست مبارک پر اسلام لائے اور دین اسلام کے نور سے منور ہوئے۔ ان میں کئی نامی گرامی لوگ بھی تھے، جیسے پنڈت لکھن لال، اس کا اسلامی نام محمد احمد رکھا گیا اور منشی شونراین کایستھ، جس کا نام غلام مصطفی رکھا گیا۔(21) یہی وجہ ہے الور میں آپ عوام وخواص میں مقبول ومرجع تھے۔

امام المحدثین مفتی سید دیدار علی شاہ محدث الوری 1295ھ مطابق 1878ء کوسہارنپور سے فراغت کے بعد اپنے وطن الور تشریف لے آئے اور اپنے چچا جان قطبِ وقت حضرت مولانا صوفی شاہ سید نثار علی رضوی مشہدی کی صحبت اختیار کی۔آپ نے اپنے بھتیجے کو منازلِ سلوک طے کروائیں،علومِ باطنیہ سے روشناس کیا۔بعد میں سلسلہ قادریہ راجشاہیہ(22)اور سلسلہ چشتیہ صابریہ(23) کی خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔(24)

یہ حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا کہ جو بھی اس فانی دنیا میں آیا ہے اس نے ایک دن اس سے جانا ہے مگر کب جانا ہے عام لوگوں کو اس سے آگاہی نہیں ہوتی البتہ بعض اللہ والے اپنی وفات کی خبر پہلے ہی دے دیتے ہیں۔میاں صاحب کا شمار بھی ایسی ہستیوں میں ہے۔آپ نے اپنے بھتیجے مفتی سیّد دیدار علی شاہ صاحب کو ایک دن ارشاد فرمایا:ہمیں اتنا علم ہے کہ میرے انتقال کے وقت آپ الور میں نہ ہوں گے،بلکہ لاہور میں ہوں گے اور وہاں ہمارے انتقال کی خبر آپ کو ہوگی اور آپ وفات سے تیسرے دن یہاں پہنچیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا،مفتی صاحب دارالعلوم نعمانیہ لاہور(25) میں تدریس کرتے تھے۔میاں صاحب نے 6شوال 1331ھ مطابق 8،ستمبر 1913ء کو وصال فرمایا۔مفتی صاحب حسبِ ارشاد وصال کے تیسرے دن الور پہنچے۔میاں صاحب کی وصیت کے مطابق آپ کو اپنے مکان کے باغیچے میں اپنی قبر کے لیے متعین کردہ جگہ میں دفنایا گیا۔بعد میں مزار کی تعمیر کی گئی۔(26)میاں صاحب کثیر الفیض تھے۔بے شمار لوگوں نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔کئی سلوک کی منزلیں طے کرنے میں کامیاب ہوئے اور صاحب رشد وہدایت بن گئے۔ آپ کے خلفاء کے نام یہ ہیں:☆حضرت مولانا سید مبارک علی رضوی (27) ☆ استاذ العلما مولانا سید ضامن علی زیدی (28)☆مولانا مرزا مبارک بیگ صابری (29)وغیرہ۔

میاں صاحب کے وصال کے بعد آستانہ عالیہ نثاریہ قادریہ چشتیہ کے سجادہ نشین امام المحدثین کے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ شاہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (30) قرار پائے ۔(31)مفسرقرآن حضرت علامہ شاہ ابوالحسنات صاحب 1345ھ مطابق 1927ء میں لاہورتشریف لے آئے تو میاں صاحب کے خلیفہ حضرت مولانا سید مبارک علی حسنی رضوی صاحب ہرسال اپنے پیرمرشد کا عرس منعقد کیا کرتے تھے۔(32)اللہ پاک کی ان پر رحمت ہواوران کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ خاتم النبین ،صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

ماخذومراجع اورحواشی:

1 امام المحدثین حضرت مولانا سیّد محمد دِیدارعلی شاہ مَشْہدی نقشبندی قادِری مُحدِّث اَلْوَری رحمۃ اللہ علیہ،جَیِّد عالم ،اُستاذُ العُلَما ،مفتیِ اسلام تھے۔آپ کا شمارا کابرین اہل سنّت میں ہوتا ہے۔آپ 1273ھ مطابق 1856ھ کواَلْوَر، راجِسْتھان ،ہِند میں پیدا ہوئے اورلاہور میں 22رجب المرجب 1354ھ مطابق 30،اکتوبر 1935ء کو نمازعصر کے سجدے میں وصال فرمایا۔جامع مسجد حنفیہ(موجودہ نام:سیدیدارعلی شاہ مسجد)محمدی محلہ اندرون دہلی گیٹ لاہور سے متصل جگہ میں تدفین کی گئی ۔ دارُالعُلُوم حِزْبُ الاَحْناف لاہور(تاریخ تاسیس: 1924ء)،تفسیر میزان الادیان اورفتاویٰ دِیداریہ آپ کی یادگار ہیں۔(فتاویٰ دیداریہ، ص2،سیدی ابوالبرکات،ص116 تا133)

2 الور(Alwar)ہند کے صوبے راجستھان کا ایک اہم شہر ہے۔یہ دہلی اور جے پور کے درمیان دہلی سے 150 کلومیٹر کے فاصلے پر جانب مشرق ہے ۔الور سے جے پور کا فاصلہ بھی تقریباً150 کلومیٹر ہے۔25نومبر 1775ء کو پرتاپ سنگھ نامی شخص نے سات مسلمانوں شیخ الٰہی بخش، نبی بخش اورہوش دارخاں وغیرہ کے ساتھ مل کر الوراوراس سے متصل کئی علاقوں پر مشتمل ریاست الورکی بنیادرکھی جو15مئی 1949ء تک قائم رہی ۔(اردودائرہ معارف اسلامیہ،3 / 203،حیات کرم حسین ،125)الورسیاحت کے نقطہ نظر سے ایک اہم جگہ مانی

جاتی ہے۔اس علاقے میں واقع متعدد قلعے، جھیلیں اور کئی قابلِ دید مقامات ہیں، الور شہر کے جنوب میں کوہ اراولی پربت (کالا پہاڑ) ہے، الور شہر اس سے جانب شمال میدانی علاقے پر مشتمل ہے۔اس پہاڑ پر ایک اسلامی طرز تعمیر میں قلعہ ہے جو کافی قدیم ہے۔موجودہ عمارت ایک مسلمان حکمران راجہ حسن خاں میواتی نے تعمیر کی تھی۔1857ء مطابق 1273ھ کی جنگ آزادی کے بعد اہل علم وفن کا دہلی میں رہنا مشکل ہوگیا تو دیگر نوابی ریاستوں کی طرح انہوں نے الور کا بھی رخ کیا۔یہاں کا راجہ شیودان سنگھ ان کا قدردان تھا چنانچہ کئی لوگ یہاں منتقل ہوگئے، اُس زمانے میں الور کو''چھوٹی دہلی'' کہا جاتا تھا۔(حیات کرم حسین،128)

3 موج پور تحصیل **لچھمن** گڑھ (ضلع الور، راجستھان ہند) کا ایک گاؤں ہے۔یہ الور سے 37 کلومیٹر جانب جنوب واقع ہے جبکہ **لچھمن** گڑھ سے 4 کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔

4 روشن تحریریں133،132۔

5 بھرت پور راجستھان کا ایک شہر ہے۔یہ الور سے 113 کلومیٹر جانب جنوب مشرق واقع ہے۔اس میں پرندوں کے لئے مشہور کیولا ڈیونیشنل پارک ہے۔یہ ایک نوابی ریاست تھی جس کا آغاز 1826 کو راجہ بدن سنگھ نے کیا تھا اور اس کا اختتام 1947ء کو راجہ بریجنڈر سنگھ کے دور حکومت میں ہوا تھا۔

6 شیخ کمال حضرت میاں غازی الدین شاہ قادری راجشاہی رحمۃ اللہ علیہ موضع سوہنہ (ضلع گرو گرام، Gurgaon، جو الور دہلی روڈ پر دہلی سے 34 کلومیٹر فاصلے پر ہے) کے باشندے تھے، آپ کا شمار پٹھان قوم کے بااثر لوگوں میں ہوتا تھا، آپ فردِ وقت میاں راج شاہ قادری کے مرید ہوئے، آپ روزانہ رات کو سوہنہ سے سوندھ کا سفر کرکے مرشد کی زیارت کرتے پھر صبح واپس چلے جاتے، آپ پابند شریعت، متبع سنت اور فنافی المرشد تھے، مرشد نے آپ کو سب سے پہلے سلسلہ قادریہ راجشاہیہ کی خلافت سے نوازا، آپ سوہنہ سے بھرت پور منتقل ہوگئے، یہاں ہزاروں لوگ آپ سے مستفیض ہوئے، آپ نے اپنے مرشد کی زندگی میں ہی وفات پائی، شہر کی فصیل سے باہر متصل گلال کنڈ میں تدفین ہوئی، یہاں کا راجہ آپ سے عقیدت رکھتا تھا، اس نے آپ کا مزار تعمیر کروایا۔(ملت راج شاہی،170،280، 271،

تذکرہ صوفیائے میوات، 566 تا569، تذکرہ اولیائے راجستھان، 541)

7 کلیر شریف ہند کی شمالی ریاست اتراکھنڈ کے ضلع ہردوار کا ایک قصبہ ہے جسے ہند کے بادشاہ ابراہیم لودھی نے بنایا تھا، یہ روڑکی شہر سے 7 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بانی حضرت صابر پاک سید علاؤالدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہیں وصال فرمایا، یہاں آپ کا مزار دریائے گنگا کے کنارے مرجع خلائق ہے، 16 ربیع الاول کو یہاں عرس ہوتا ہے جس میں دنیا بھر سے مسلمان شرکت کرتے ہیں۔

8 حضرت خواجہ غلام رسول لکھنوی حضرت خواجہ خدا بخش صابری کے مرید وخلیفہ تھے، آپ مہوبہ، ضلع لکھنؤ یوپی ہند سے لکھنؤ منتقل ہو گئے تھے، لکھنؤ کے علاقے یحیی گنج میں چوبیس سال رشد وہدایت کا کام کرتے رہے، 1288ھ مطابق 1871ء کو وصال فرمایا، ترک دنیا اور توکل میں مشہور تھے تفصیلی حالات کتاب چشمۂ رحمن میں ہیں۔(نور الرحمن، 136)

9 حضرت خواجہ خدا بخش کی ولادت مہونہ (لکھنؤ، یوپی ہند) میں ہوئی اور یہیں وصال فرمایا، آپ حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمن لکھنوی کے مرید، اعلیٰ پائے کے بزرگ، غنائے دل کی دولت سے مالا مال، صاحب ریاضت ومجاہدہ، یادگار اسلاف اور معرفت کا خزینہ تھے۔(نور الرحمٰن، 114 تا116)

10 شیخ التصوف حضرت مولانا علامہ سید محمد علی رضوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ غلام رسول لکھنوی نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔(روشن تحریریں، ص 134) لیکن میاں صاحب کے سلسلۂ طریقت کا جو شجرہ خاندان عالیہ چشتیہ صابریہ میں پڑھا جاتا ہے اس میں واضح طور پر خواجہ غلام رسول لکھنوی کا ذکر موجود نہیں ہے، غالباً میاں صاحب قبلہ نے ابتداء میں خواجہ غلام رسول لکھنوی کی صحبت پائی، پھر ان کے ذریعے ان کے مرشد حضرت خواجہ خدا بخش لکھنوی سے خلافت کی سعادت پائی ہوگی۔واللہ اعلم بالصواب۔

11 کنجلی بن نجیب آباد، اتر پردیش ہند کے مضافات میں واقع جنگل تھا جو اُس وقت انتہائی گھنا اور ہر طرح کے درندوں سے بھرا ہوا تھا۔اس جنگل کی ایک حد نیپال اور چین کو چھوتی تھی۔

12 روشن تحریریں، 135۔

13 حضرت خواجہ سیّد نجف علی شاہ صاحب خواجہ پیر نثار علی شاہ صاحب کے بھائی، عالم دین اور صوفی باصفا تھے، امام المحدثین مفتی سید دیدار علی شاہ محدث الوری آپ ہی کے فرزند دلبند تھے۔

14 مختلف ادوار میں میوات کے علاقے کا حدود دوار بعہ بدلتا رہا ہے اس وقت علاقہ میوات جسے کہا جاتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے: ☆ریاست راجستھان: الور، لچھمن گڑھ، تجارہ، رام گڑھ، کشن گڑھ، گوبند گڑھ، کٹھومر کا کچھ حصہ، بھرت پور، کاماں پہاڑی اورنگر کا کچھ حصہ☆ریاست ہریانہ: سوہنا، نوح، فیروز پور، جھرکا، بلب گڑھ کا مغربی حصہ☆ ریاست اتر پردیش: چھاتہ ضلع متھرا کے مغربی دیہات۔) میوقوم اور میوات)

15 روشن تحریریں، 136۔

16 مرقع الور، 57۔

17 داداجی میاں صاحب حضرت علامہ سید مبارک شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ایک سادات گھرانے میں 897ھ مطابق 1491ء میں ہوئی اور وصال 22 محرم 987ھ مطابق 21 مارچ 1579ء کو نوے سال کی عمر میں الور میں فرمایا۔ آپ کو شہر سے باہر ایک پرسکون مقام میں دفن کیا گیا، بعد میں جہانگیر بادشاہ نے آپ کا عالیشان مزار تعمیر کروایا تھا، آپ بہترین عالم دین، محدث وفقیہ، صاحب کرامت ولی اللہ اور کثیر الفیض تھے اس لیے لوگوں کا آپ کی طرف بہت رجوع تھا۔ آپ صاحب کمال بزرگ تھے، آپ کی ذات میں سخاوت اور ایثار پسندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مخلوق خدا پر بے دریغ مال خرچ کیا کرتے تھے، حاجت مندوں کی مدد کرتے، امرابھی خالی ہاتھ نہ جاتے۔(سیدی ابوالبرکات، 118، نزھۃ الخواطر، 4/ 251، روشن تحریریں، 130، مستفاد، منتخب التواریخ، 623)

18 مرقع انور، 56، 57۔

19 روشن تحریریں، 136، 137، تجلیات مرشد، 88۔

20 سیدی ابوالبرکات، 117، 118 روشن تحریریں، 139۔

21 روشن تحریریں، 138، 137۔

22 سلسلہ قادریہ راجشاہیہ میں شجرہ طریقت اس طرح ہے: میاں صاحب حضرت مولانا پیر سید

نثار علی رضوی قادری راجشاہی، شیخ کمال میاں غازی الدین شاہ قادری راجشاہی، فردِوقت حضرت میاں راج شاہ قادری، قطب عالم حکیم محمد اسماعیل مہمی قادری شہید، خواجہ مجاہد حضرت شاہ غلام جیلانی صدیقی قادری، جامعِ شریعت وطریقت حضرت شاہ بدرالدین اوحد قادری، ناصر الملت والدین حضرت مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی قادری، حضرت شاہ خوب اللہ یحییٰ الہ آبادی قادری، تاج العارفین شیخ محمد افضل الہ آبادی قادری، سیّدالاولیاء حضرت سید محمد ترمذی کالپوی قادری، اس کے آگے شجرۂ قادریہ پاک وہند میں معروف ہے۔ (ملت راج شاہی، ص،370 تا372)

23 سلسلہ چشتیہ صابریہ میں امام المحدثین کا شجرہ طریقت یہ ہے: میاں صاحب حضرت مولانا پیر سید نثار علی رضوی قادری چشتی، حضرت خواجہ غلام رسول لکھنوی، حضرت خواجہ خدا بخش لکھنوی، حضرت مولانا خواجہ شاہ عبدالرحمن موحد لکھنوی، حضرت خواجہ شاہ نورالہدیٰ منگلوری، حضرت خواجہ مفتی محمد سلیم الدین منگلوری، حضرت خواجہ محمد یوسف سامانہی، حضرت خواجہ محمد ابراہیم مرادآبادی، حضرت خواجہ محمد صادق گنگوہی، حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی۔ اس کے آگے شجرۂ چشتیہ صابریہ پاک وہند میں معروف ہے۔ (شجرہ قادریہ نثاریہ مبارکیہ رضویہ اشرفیہ،3 تا5)

24 سیدی ابوالبرکات، ص،118

25 مدرسہ علوم اسلامیہ المعروف دارالعلوم نعمانیہ لاہور کی ایک قدیم اور دینی تعلیم کی معیاری درسگاہ ہے۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ کی نسبت سے نعمانیہ کہلاتا ہے، موجودہ عمارت بالمقابل ٹبی تھانہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور میں ہے، اس کا آغاز1306ھ مطابق1888ء کو مسجد بوکن خان موچی گیٹ میں ہوا، اس کا شعبہ عربی 13 شوال 1314ھ مطابق 17 مارچ 1897ء کو بادشاہی مسجد میں منتقل کیا گیا، جب اندرون ٹکسالی گیٹ میں دارالعلوم نعمانیہ کا دارالاقامہ تعمیر ہوگیا تو اس کے پانچ سال بعد اس کا شعبہ عربی بادشاہی مسجد سے یہاں منتقل ہوگیا، اس سے ہزاروں علمائے کرام فارغ التحصیل ہوئے۔ (امام احمد رضا اور علمائے لاہور،26، صد سالہ تاریخ انجمن نعمانیہ لاہور306،73)

26 روشن تحریریں، 139۔ اس کتاب میں میاں صاحب الوری کی وفات اس طرح تحریر ہے:

1910ء میں آپ (امام المحدثین مفتی سید دیدار علی شاہ صاحب) لاہور نعمانیہ میں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے رہے تھے۔شوال کی 6 تاریخ 1328ھ (مطابق)1910ء کو مخزن علم لدنی، سراج طریقت عالم فانی (سے) دارالبقاء کی جانب رحلت فرما ہوئے۔(روشن تحریریں ،139) جبکہ طے ہے کہ امام المحدثین 1331ھ مطابق 1913ء کو جامعہ نعمانیہ لاہور میں بطورِ شیخ الحدیث خدمات سرانجام دے رہے تھے۔اس لیے تاریخ درست کر دی گئی۔

27 پیر طریقت حضرت خواجہ مولانا سید مبارک علی شاہ حسنی رضوی صاحب کی ولادت تقریباً 1305ھ مطابق 1888ء کو الور کے محلے نواب پورہ میں ہوئی اور وصال حیدرآباد سندھ میں 23 ذوالحجہ 1373ھ مطابق 3 ستمبر 1953ء کو ہوا۔تدفین حیدرآباد کے قدیمی ٹنڈو یوسف قبرستان میں کی گئی ،بعد میں مزار شریف کی تعمیر ہوئی۔آپ عالم باعمل ،سلسلہ قادریہ حامدیہ چشتیہ اشرفیہ کے شیخ طریقت اور روحانی شخصیت کے مالک تھے۔آپ نہایت عابد وزاہد، متقی، پرہیزگار،صاحب کرامت شخصیت تھے ،رات دن عبادت وریاضت میں گزار دیتے، ریاست الور میں آپ کے دولت کدہ پر مشائخ وفقراء اور مجازیب کا ہجوم رہتا تھا،دور دور سے حاجت مند آتے اور اپنی مشکلات کا روحانی علاج کراتے تھے۔(سیدی ابوالبرکات ،118،119،تذکرۂ مبارک،12،13)

28 استاذ العلماء مولانا سیّد ضامن علی زیدی صاحب الور کے مشہور عالم دین، استاذ العلماء، اسلامی شاعر اور خلیفہ حضرت میاں صاحب تھے،آپ کا تخلص مفتون تھا، صاحبزادہ سید شبیر حسین اختر زیدی الور کے مشہور شاعر ان کے صاحبزادے اور سندھ کے معروف شاعر مقبول الوری (وفات:27 فروری 1989ء) علامہ ضامن علی زیدی صاحب کے پوتے تھے۔(حیات کرم حسین،130،روشن تحریریں،50)

29 مولانا مرزا مبارک بیگ صابری الور کی علمی شخصیت اور حضرت میاں صاحب کے خلیفہ تھے ،ابتدائے جوانی میں ایسے لوگوں کی صحبت میں رہے جو معمولات اہل سنت بالخصوص میلاد وقیام سے اتفاق نہیں رکھتے ،پھر انہیں 1300ھ میں خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اپنا خواب امام المحدثین مفتی سید دیدار علی شاہ صاحب سے بیان کیا

،انھوں نے مرزاصاحب کی توجیح فرمایا ،انھوں نے توبہ کی اور معمولات اہلسنت کے پابند ہو گئے جہاں تک حضرت میاں صاحب مولانا سید نثار علی شاہ صاحب نے سلاسل قادریہ اورچشتیہ میں خلافت عطافرمائی۔آپ فارسی اوراردو کتب کے اچھے مدرس تھے ۔(روشن تحریریں،140 ،رسول الکلام فی بیان المولد والقیام،158)

30 مفسرِ قرآن حضرت علامہ سَیِّد شاہ ابوالحَسَنات محمد احمد قادِری اَشْرَ فی 1314ھ الور(راجستھان) ہند میں پیدا ہوئے اور 2 شعبان 1380ھ میں پاکستان کے دوسرے بڑے شہر لاہور میں وفات پائی، مزارِ داتا گنج بخش سیّد علی ہَجْوِیری کے قرب میں دفن ہونے کا شرف پایا۔آپ حافظ، قاری، عالِمِ باعمل، بہترین واعِظ ،مسلمانوں کے مُتَحَرِّک رہنما اور کئی کتب کے مُصَنِّف تھے۔ تصانیف میں تفسیرُ الحَسَنات (8 جلدیں) آپ کا خوبصورت کارنامہ ہے۔(تذکرہ اکابراہلسنت،ص442،تفسیر الحسنات،1 / 46)

31 روشن تحریریں،140۔

32 سیدی ابوالبرکات،119۔



تابوت قادیاں میں آخری میخ

ازمولانا ظفر علی خاں

نبی کی شرم نہ ہو خوفِ لا الہ نہ ہو
ہوس نہ جس کی ہو ایسا کوئی گناہ نہ ہو
اگر چھنے بھی تو گاڑھی چھنے یہود کے ساتھ
نہ ہو تو شرعِ نبی ہی سے رسم و راہ نہ ہو
امان ہو وہی بخشے کلیسا جس کو
پناہ ہو وہی جو کعبہ کی پناہ نہ ہو

نجات سے رہے محروم تا بہ شامِ ابد
وہ بد گہر جو نصاریٰ کا خیرخواہ نہ ہو
شراب آئے تو تثلیث کے خمستاں سے
نہ ہو تو بادۂ توحید ہی کی چاہ نہ ہو
ٹُچّی کی ٹچ پہ جو بارش ہو نقرہ و زر کی
تو پھر خزانۂ قاروں پہ بھی نگاہ نہ ہو
سوادِ عرش سے اُترے محمدی بیگم
قیامت آئے اگر اس دُلہن سے بیاہ نہ ہو
خدا کہے کہ ’’اَنا مِنْكَ ایّہا المِرزا‘‘
تو گنگ ہو وہ زباں جس پہ واہ واہ نہ ہو
کرے جو بعد میں اصرار اَنْتَ مِنّی‘‘ پر
تو قدسیوں کو بھی یارائے اشتباہ نہ ہو
نہ لطف بیٹھ کے بجرے میں دے بیاس کی سیر
اگر بغل میں کوئی ماہِ نیم ماہ نہ ہو
غرض صحیفۂ اعمال پر پڑے جو نظر
نہ کوئی گوشہ بھی ایسا ہو جو سیاہ نہ ہو
جب اس میں جمع ہیں یہ سب جہنمی صفتیں!
غضب ہے پھر بھی اگر قادیاں تباہ نہ ہو



علماء اور سیاست (آخری قسط)

ڈاکٹر فیض احمد چشتی

اللہ نے تمام انسانوں سے فرمایا:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ (الحجرات ۴۹:۱۳)

لوگوتم کو ہم نے ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمھارے قبیلے بنائے، تمھاری برادریاں بنائیں تاکہ تم باہم متعارف ہوسکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں بہتر وہ ہیں جو خداترس ہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کچھ لوگ پیدائشی طور پر افضل ہیں اور کچھ لوگ پیدائشی طور پر ارذل۔ حقیقی عزت والے اللہ کی نظر میں وہ لوگ ہیں، جن کے اندر خداترسی اور خشیت اور انابت ہے، جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ گویا فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، ذات اور برادری نہیں۔ انسانوں کے مابین مساوات کا آخری مرتبہ اعلان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعے پر فرمایا:

لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ (فتح المنعم بشرح صحیح المسلم) تم میں سے کسی عربی کو کسی عجمی کے اوپر فضیلت ہے اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر، نہ کسی گورے کو کسی کالے پر سوائے تقویٰ کے۔

جن لوگوں میں خداترسی زیادہ ہے، وہ اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ بلند ہیں اور جن میں خداترسی نہیں ہے، جو خدا سے نہیں ڈرتے ان سے انسانوں کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر سارے انسان برابر ہیں تو سب کو آزادی ملنی چاہیے۔ اظہار رائے کی آزادی، عمل کی آزادی، فکر کی آزادی ملنی چاہیے۔ ایک موقع تھا کہ مصر کے گورنر کی

شکایت ایک بدو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کی کہ انھوں نے ناحق ان کو مارا ہے۔ آپ نے انھیں بلایا اور بہت تاریخی جملہ فرمایا، آپ نے فرمایا:

مُذکَمْ تعَبَّدْتُمْ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ اَحْرَارًا؟ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۶۶۱) کب سے تم نے لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا ہے۔ ان کی ماؤں نے انھیں آزاد پیدا کیا تھا۔

یہ آزادی انسان کا بنیادی حق ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مجمع عام میں ایک شخص ٹوکتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ یہ بتادیں کہ سب کو مال غنیمت میں ایک ایک چادر ملی تھی۔ آپ کو دو چادریں کیوں ملیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے عبداللہ کی چادر حاصل کی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے گواہی دی۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ، ج ۲، ص ۵۶، مصر، چشتی)

یہ نظام قانون، یہ مساوات، یہ آزادی اور حریت دنیا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کی۔

عدل وانصاف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاست کا تیسرا اصول یہ تھا کہ کسی انسان کے ساتھ کوئی ناانصافی نہ کی جائے، خواہ وہ دوست ہو یا دشمن۔ انصاف وہ قدر ہے کہ جس کے اوپر آسمان وزمین قائم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظام سیاست کا یہ آفاقی اصول دیا: وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ اِعْدِلُوْا ۔ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (المائدہ ۵: ۸)۔ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ۔ انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب ہے۔

اسلام انسانوں کے درمیان منصفانہ نظام قائم کرنے کے لیے اور ان کے ساتھ انصاف کا سلوک کرنے کے لیے آیا ہے۔ جو نظام حکومت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو دیا، اس کی اساس مساوات، آزادی اور انصاف پر قائم ہے۔ جہاں بھی اسلامی

حکومت ہوگی اس کا بنیادی فرض ہوگا کہ وہ انسانوں کو انصاف عطا کرے ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں انصاف کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔

انسانی حقوق کا تحفظ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نظام سیاست دنیا کو دیا اس کا چوتھا اصول یہ تھا کہ انسانی حقوق کی پاسبانی کی جائے۔انسانی حقوق کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔جس کا جو حق ہے وہ حق اس کو عطا کیا جائے۔خطبہ حجۃ الوداع میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ دِمَائَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ بَیْنَکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا، لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ ۔(صحیح البخاری، کتاب العلم:٦٧) تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری عزت ایک دوسرے کے اوپر حرام ہے اور ان کی حرمت کیسی ہے؟ جیسے آج کا دن، آج کا شہر اور آج کا مہینہ۔جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ حکم دوسروں تک پہنچادیں۔

مکہ مکرمہ، ذی الحجہ کا مہینہ اور یوم النحر کا جو تقدس ہے،اسی طرح انسانی جانوں اور مالوں کا تقدس ہے اور انسانی عزتوں کو تحفظ حاصل ہے۔دنیا میں ناحق نہ کسی کا خون بہایا جاسکتا ہے اور نہ ناحق کسی کا مال کھایا جاسکتا ہے اور نہ ناحق کسی کی عزت لی جاسکتی ہے۔یہ آفاقی پیغام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نظام حکومت دنیا کو دیا وہ ایک رفاہی نظام تھا۔آمریت کا نظام نہیں تھا اور ظلم و استحصال سے پاک تھا۔اس میں ہر شخص خواہ وہ عورت ہو، مرد ہو، غلام ہو، غریب ہو، نادار ہو، ان کے حقوق کی رعایت کی جاتی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: السَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمَلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ ۔(صحیح البخاری، کتاب النفقات: ۵۰۴۴، چشتی) بیواؤں اور ناداروں کی خدمت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد

کرنے والے کی طرح ہے۔

یہ تو زندہ انسانوں کی خدمت وراحت کے بارے میں فرمایا۔مُردہ انسان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ دِيْنٌ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً فَعَلَيْنَا قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ۔ (صحیح البخاری، کتاب الفرائض: ۶۲، ۶۳)۔ جو شخص مرگیا اور وہ قرض دار تھا تو اس کا قرض میں ادا کروں گا، اور جو شخص مال چھوڑ کر مرا تو اس کا مال اس کے وارثوں کو ملے گا۔

کیا دنیا میں کوئی مثال اس حکومت کی ملے گی کہ مرنے والا اگر قرض دار ہو تو اس کے قرض کی ادائیگی حکومت کرے گی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رفاہی حکومت قائم کرنے کے بعد دنیا کے دوسرے بڑے بادشاہوں سے سفارتی تعلقات قائم کیے۔ان کو اسلام لانے کی دعوت دی اور اسلامی حکومت کو تسلیم کرنے اور اس کی تابع داری کرنے کی نصیحت کی۔کیوں کہ یہ ایک مثالی حکومت تھی اور دنیا کی تمام حکومتوں کے لیے قابل تقلید نمونہ تھی۔چنانچہ حسب ذیل بادشاہوں کے پاس اپنے سفیروں کو بھیجا۔قیصر روم ہرقل کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ایرانی شہنشاہ کسریٰ کے پاس عبداللہ ابن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیۃ الضمری رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔غسان کے بادشاہ حارث بن شمر کے پاس شجاع بن وھب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔یمامہ کے بادشاہ ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی کے پاس العلاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔عمان کے بادشاہ جیفر اور عبد (دونوں بھائی) کے پاس عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔(سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج ۴، ص ۲۷۸، چشتی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سفیروں نے نہایت جرأت، حکمت اور بصیرت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ان بادشاہوں کے سامنے رکھا، اور ان کو دین اسلام اور اسلامی

حکومت کی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیروں کا یہ پیغام بین الاقوامی سفارت کاری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی میں رقم طراز ہیں: جس ملک میں کبھی کوئی حکومت ہی قائم نہیں ہوئی تھی اس میں پیدا ہونے اور پرورش پانے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دستور مملکت مرتب کیا اور جو نظامِ حکمرانی قائم فرمایا، اس پر عمل دنیا کی عظیم الشان مملکت کے لیے نہ صرف ہر طرح کارآمد و کافی ثابت ہوا بلکہ جب تک اس پر عمل رہا وہ دنیا کی مہذب ترین حکومت بنی رہی۔ (محمد الرسول اللہ ص ۱۵)

جواب دہی کا احساس

اس نظام حکومت کو قائم کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذمہ داری اور جواب دہی کا تصور پیدا کیا۔ آپ نے فرمایا: اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ (صحیح البخاری، کتاب الاحکام)۔ یاد رکھنا تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور ہر شخص کو اپنی زیر نگرانی رعیت کے بارے میں اللہ کے یہاں جواب دینا ہے۔

امت مسلمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعزاز دیا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ (البقرہ ۲: ۱۴۳)۔ اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔

جو لوگ صاحبِ اختیار اور صاحبِ اقتدار ہیں، وہ خود کو اس دنیا کا مالک نہ جانیں، بلکہ وہ یہ سمجھیں کہ امانت دار ہیں اور اللہ کے حضور جواب دہ ہیں۔ اگر حکمرانوں میں جواب دہی کا احساس پیدا ہو جائے تو دنیا کے اندر امن قائم ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکومت کا جلوہ دنیا کو نظر آجائے۔

آج لوگ اپنے حقوق کی بات کرتے ہیں لیکن اپنی ذمہ داری کی بات نہیں

کرتے۔ ہر شخص کو اس کا حق چاہیے لیکن اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو ادا کرنے سے آدمی کتراتا ہے۔ اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داریوں پر انسان نظر رکھے۔ یعنی حکمراں ہے تو وہ اپنی ذمہ داریوں پر نظر رکھے، اگر وہ رعایا ہے تو اپنی ذمہ داریوں پر نظر رکھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جنگیں بھی ہیں، معاہدے بھی ہیں، امن بھی ہے، بین الاقوامی تعلقات بھی ہیں، ان کو پڑھیے اور دیکھیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلم دنیا کے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا، کن اصولوں پر معاملہ کیا تھا؟ آج دنیا میں بے اصولی پائی جاتی ہے۔ نہ جنگ میں اصول ہے، نہ صلح میں اصول ہے، نہ امن میں اصول ہے اور نہ معاہدوں میں اصول ہے۔ کسی چیز میں اصول کی پابندی نہیں کی جاتی ہے، پابندی جس چیز کی کی جاتی ہے وہ اپنا مفاد ہے۔ اگر مفاد ہو تو امن کی بات آدمی کرتا ہے اور اگر مفاد نہ ہو تو جنگ کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ مفاد کی خاطر معاہدے توڑ دیے جاتے ہیں، غداری کی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو ایسا نظام دیا جس میں ذاتی مفاد کی جگہ عام انسانوں کا مفاد اور اس سے بڑھ کر اللہ کی مرضی کو سربلند کرنے کی کوشش کی گئی۔

سیاست کو مفاد اور اغراض کے بجائے اخلاق کے تابع کرنا اور اسے خدا ترسی و پرہیزگاری کے ساتھ چلانا اس ریاست کی اصل روح ہے۔ اس میں فضیلت کی بنیاد صرف اخلاقی فضیلت ہے۔ اس کے کارفرماؤں اور اہلِ حل وعقد کے انتخاب میں بھی ذہنی وجسمانی صلاحیت کے ساتھ اخلاقی پاکیزگی سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے۔ اس کے داخلی نظام کا بھی، ہر شعبہ دیانت وامانت اور بے لاگ عدل وانصاف پر چلنا چاہیے اور اس کی خارجی سیاست کو بھی پوری راست بازی، قول وقرار کی پابندی، امن پسندی اور بین الاقوامی عدل اور حسن سلوک پر قائم ہونا چاہیے۔ اگر مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنالیں، ان کے حکمران نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنائیں اور ان کے علما نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنائیں، ان کے تجار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنائیں اور ان کے طلبہ، اور عوام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو اپنائیں اور ان کے پیغام کو دنیا تک پھیلانے کی کوشش کریں، تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا سے بدامنی کم ہوگی، جہالت کی تاریکی دور ہوگی اور ظلم کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکمران مطلق نہیں بنایا بلکہ اس کو امین بنایا، اس کو قانون کا پابند بنایا۔ اللہ کی خشیت اور ذمہ داری اور جواب دہی سے جوڑا۔ اگر انسان جواب دہی اور اس ذمہ داری کو محسوس کرلے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت شامل ہوجاتی ہے اور جو شخص خواہش کی بنیاد پر حکومت طلب کرے تو وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "کبھی حکومت کی تمنا نہ کرنا، اگر تمنا کرنے سے یا خواہش کرنے سے تم کو اقتدار ملے گا تو تم اس کے حوالے کردیے جاؤ گے، اور اگر تمھاری خواہش کے علی الرغم تم کو دی جائے تو اللہ کی مدد تمھارے اوپر آتی ہے۔ (صحیح البخاری)

چنانچہ جو لوگ اللہ کے حکم کے مطابق حکومت کرتے ہیں اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کے لیے، اللہ کے حقوق پہنچانے کے لیے، انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے حکمرانی کرتے ہیں وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و شریعت کی پابندی کرتے ہیں، اور جو لوگ اپنا حکم چلاتے ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع کرواتے ہیں، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے کوسوں دُور ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں روحانیت بھی ہے اور اخلاق بھی، عبادت بھی ہے اور سیاست بھی، معاشرت بھی ہے اور معیشت بھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کو دنیا میں نافذ کرنے کی جدوجہد بھی ہے۔ یعنی اللہ کے حکم کے مطابق انفرادی اور اجتماعی نظام زندگی گزارنے کا اسوہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دعا سکھائی ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ (اٰل عمران ۳:۲۶)۔

اے اللہ حکومت کا مالک! تو جسے چاہے حکومت عطا کرے اور جس سے چاہے حکومت چھین لے، جسے چاہے عزت بخشے اور جسے چاہے ذلت دے، بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔



فتاویٰ رضویہ شریف پڑھنے کی ترتیب

لاستاذ الحدیث والفقہ مفتی ہاشم خان المدنی زید مجدہ

1. کتاب العقائد، جلد (30،29،28)
2. کتاب الصلوٰۃ، جلد (8،7،6،5)
3. کتاب الجنائز، جلد (9)
4. کتاب الصوم والحج، جلد (10)
5. حضر واباحت، جلد (24،23،22،21)
6. کتاب السیر، جلد (15،14)
7. کتاب النکاح والطلاق، جلد (13،12،11)
8. کتاب الوقف، جلد (16)
9. معدنیات وطریقت، جلد (26،25)
10. کتاب البیوع الاجارہ وغیرہ، جلد (20،19،18،17)

11. کتاب الطہارات، جلد (4.3.2.1)
12. فلسفہ وسائنس، جلد (27)



امام اہل سنت فرماتے ہیں: علماء کو چاہئے کہ اگر چہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہونہ کریں کہ اس سے دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا، غیبت کی بلا میں پڑنا، عالم کے فیض سے محروم رہنا، اور جو معتقد ہیں اُن کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا۔ عالم فرقۂ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اُس کا فائدہ ہو مسند ہدایت پر ہے، عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں اُن کا نفع ہے، حدیث میں ہے: ''راس العقل بعد الایمان باللہ التودد الی الناس'' دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول للہ فرماتے ہیں: ''بشروا ولا تنفروا'' احیانًا ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



ایوبی اخلاقیات

عطاء المصطفیٰ مظہری

صلاح الدین ایوبی نے حج نہیں کیا تھا، وفات سے چند ہفتے قبل، بستر علالت سے ، حجاج کا ایک قافلہ اشکبار نگاہوں سے رخصت ضرور کیا تھا، ایوبی کے پاس اتنے پیسے کہاں تھے جن سے حج کیا جا سکتا اس نے ایسا بھی نہیں کیا کہ مسلمانوں کے مال سے حج کرے، قافلہ حجاز کو الوداع کہنے کے لئے ایوبی کے پاس ماسوائے آنسوؤں کے کچھ نہ تھا ، صلاح الدین ایوبی، جس نے القدس کو آزاد کروایا تھا، وہ دنیا سے کب کا رخصت ہو گیا،

لیکن سرزمین انبیاء آج تک اس کے لئے آنسو بہا رہی ہے۔

صاحب طبقاتِ شافعیہ نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو فقہاء میں شمار کیا ہے کیونکہ سلطان نے حدیث کا سماع شیخ ابو طاہر السّلفی اور شیخ ابو عوف بن السکند رانی سے کر رکھا تھا، اس کے علاوہ شیخ قطب الدین نیشاپوری سے بھی استفادہ کیا تھا اور وہ نہ صرف قرآن کریم کے حافظ تھے بلکہ انہیں فقہ شافعی میں ابواسحاق شیرازی کی التنبیہ اور دیوان حماسہ زبانی یاد تھا۔

سلطان سماع حدیث بالاسانید کو ترجیح دیتا، علماء وفقہاء سے دیر دیر تک محو گفتگو رہتا ،اور احکام شرعیہ میں ان سے زیادہ دسترس کا حامل تھا، العماد الاصفہانی نے مجلسِ ایوبی کے متعلق لکھا۔

من جالسه لا يعلم أنه جليس السلطان بل يعتقد أنه جليس أخ من الإخوان

سلطان صلاح الدین صوفیہ اور فقراء سے ملاقات کو پسند کرتا تھا، جبکہ سلطان کے ناپسندیدہ طبقوں میں بے دین فلاسفہ، ملاحدہ ،معطلہ اور تخفیف شریعت کرنے والے معاندین سرفہرست تھے۔

سلطان نماز کا اس قدر پابند تھا کہ اگر گھوڑے پر دورانِ سفر نماز کا وقت آجاتا تو سلطان سب سے پہلے باجماعت نماز کا اہتمام کیا کرتا، مرض وصال میں بھی ماسوائے تین ایام کے سلطان نے کھڑے ہو کر تمام نمازیں ادا کی تھیں۔

قرآن کریم سننے سے انہیں شدید محبت تھی ، روزانہ ان کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ،علماء کا امتحان اپنی موجودگی میں لیا کرتے ،مجلسِ سماع حدیث کا بھی باقاعدگی سے اہتمام کرواتے اور ابن شداد کے مطابق بعض دفعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سن کر آپ پر رقت طاری ہو جایا کرتی ، رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل و

مناجات آپ کا معمول تھا، حجاز مقدسہ سے آیا خرقہ پہن کر راتوں کو عبادت کیا کرتے۔

آج جب جلوت وخلوت کی پاکیزگی جاتی رہی، زبان و بیان کی طہارت نہ رہی اور قلم فروشوں کا غلبہ ہوگیا ایسے میں سلطان کی پاکیزہ شخصیت کو سمجھنے کے لئے صاحب النوادر السلطانی قاضی بہاؤالدین ابنِ شداد کے یہ الفاظ کافی ہیں:

وكان طاهر المجلس لايذكر بين يديه أحد إلا بخير ، وطاهر السمع فلا يحب أن يسمع عن أحد إلا بخير ، وطاهر اللسان فما رأيته يشتم قط ، وطاهر القلم فما كتب بقلمه إيذاء مسلم قط

دنیاوی آرائش وزیبائش کبھی سلطان کے زہد کو مضمحل نہ کرسکی، والیِٔ شام کے عالی شان محل کو دیکھ کر اور نگاہ پھیر کر ایوبی نے کہا تھا:

هذا القصر ليس لائقا لشخص يقترب منه أجله ، غرضنا خدمة الله ليس غير

سلطان صلاح الدین ایوبی انصاف وعدل کے معاملے میں انتہائی حساس تھے، یہی وجہ ہے کہ عمر الخلاطی نامی تاجر نے جب سلطان کے خلاف قاضی ابنِ شداد کی عدالت میں دعویٰ کیا تو سلطان خود قاضی ابنِ شداد کے روبرو پیش ہوئے، تاجر اپنے دعویٰ میں جھوٹا ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود سلطان نے اسے اکرام سے نوازا اور خلعتِ فاخرہ پہنائی تاکہ اسے کسی طرح کی سبکی کا احساس نہ ہو۔

سلطان نے مظلوموں کی دادرسی کے لئے ہفتے میں دو دن سوموار اور جمعرات رکھے ہوئے تھے جس میں ہر چھوٹے بڑے، کمزور ومعذور اور بوڑھے بغیر کسی اجازت کے دربار میں آتے اور براہِ راست سلطان ان کی دادرسی کرتا، تمام علماء وقاضیوں اور افسران کی اس مجلس میں موجودگی یقینی ہوا کرتی۔

سلطان صلاح الدین ایوبی علماء کا بے حد اکرام کیا کرتا، القدس الشریف کے ایک

عالم ایوبی کی زیارت وملاقات کے لئے تشریف لائے، سلطان نے ان کا پرتپاک استقبال کیا، ان سے سماع حدیث کے لئے مجلس منعقد کی، واپسی کے وقت وہ شیخ سلطان کو ملے بغیر چلے گئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی وجہ سے سلطان کی مصروفیات میں کوئی رکاوٹ ہو، بہاؤ الدین ابنِ شداد نے جب سلطان کو بتایا تو سلطان قاضی ابنِ شداد سے سخت ناراض ہوئے کہ واپس جاتے ہوئے میں اس عالم ربانی کی کوئی خدمت نہیں کر سکا، قاضی ابنِ شداد نے والی دمشق کو لکھا کہ شیخ جب دمشق پہنچیں تو انہیں آگاہ کیا جائے کہ سلطان قاضی ابنِ شداد پر سخت برہم ہوئے آپ واپس آیئے، شیخ دمشق سے واپس سلطان کے پاس آئے، سلطان نے طرح طرح کے ملبوسات، خلعتِ جمیلہ اور کافی مال ومتاع کے ساتھ شیخ کو روانہ کیا۔

قاضی بہاؤ الدین ابنِ شداد اور ابوشامہ کے مطابق سلطان ایسا خوش بخت تھا کہ جب معرکہء حطین میں فتح حاصل کرنے کے بعد بیت المقدس داخل ہونے جارہا تھا تو وہ جمعہ المبارک کا دن تھا اور وہ رات شبِ معراج (27 رجب المرجب 583ھ) کی تھی۔

امام ابوجعفر القرطبی، جو بوقتِ وصال سلطان کے پاس تھے، آخری لمحاتِ حیات کو یوں بیان کرتے ہیں۔

إننی انتهيت فی قراءة القرآن إلى قوله تعالى، (هُوَ اللهُ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ) الحشر 22 فسمع صلاح الدين و هو يقول صحيح، وكانت هذه يقظة الحاجة، وإنی لما بلغت الآية (لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ) التوبة 129، تبسم و تهلل وجهه، وقد كان ذهنه قبل ذلك غائباً، ثم انسحبت الروح إلى باريها، بعد صلاة الصبح من يوم الأربعاء

سلطان کے ترکے میں نہ کوئی مکان تھا، نہ باغ نہ کھیت، نہ جائیداد، ماسوائے 47 درھم کے۔



حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں کی زیارت کرے

رومی گجرات عاشق خیر الوری حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عید کے ہلال (چاند) میں تمام دنیا کے مسلمانوں کی نگاہیں جمع ہوجاتی ہیں سب طالب ہوتے ہیں اور وہ مطلوب ایسے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات بابرکات میں تمام نگاہیں جمع ہیں تمام مخلوق آپ کو دیکھتی ہے اور خالق عالم کی بھی نظر آپ پر ہے جو رب سے ملنا چاہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملے اسی طرح جو رب کو دیکھنا چاہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں کی زیارت کرے جن آنکھوں نے رب ذوالجلال کو دیکھا۔



مردے کی بے بسی

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن فتاوٰی رضویہ ج۹ ص ۹۳۴ تا ۹۳۷ پر مردے کی بے بسی کی کچھ یوں منظر کشی فرماتے ہیں:

وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے رُوح (کہ نکلتے وقت) جس کا ادنیٰ جھٹکا سَو ضربِ شمشیر (یعنی تلوار کے سو وار) کے برابر، جس کا صدمہ ہزار ضربِ تیغ (یعنی تلوار کے ہزار وار) سے سخت تر، بلکہ ملکُ الموت (عَلَیۡہِ السَّلَام) کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمے سے بڑھ کر۔ وہ نئی جگہ، وہ نِری تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بے کسی چھائی، اِس پر وہ نکیرَین (یعنی منکر نکیر) کا اچانک آنا، وہ سخت ہیبت ناک صورَتیں دکھانا کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بَجا نہ رہیں، کالا رنگ، نیلی آنکھیں دیگوں کے برابر بڑی، اَبرَق (چمکیلی دھات) کی طرح شُعلہ زن، سانس جیسے آگ کی لَپَٹ، بیل کے

سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے (یعنی اگلے دانت)، زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ بال، قدو قامت جسم و جسامت بلا وقیامت کہ ایک شانے (یعنی کندھے) سے دوسرے (کندھے) تک منزلوں (یعنی بے شمار کلومیٹرز) کا فاصلہ، ہاتھوں میں لوہے کا وہ گُرز (یعنی ہتھوڑا) کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جنّ و اِنس جمع ہوکر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں، وہ گرج کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت یہ کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ ڈالنا، مُہلَت نہ دینا، کَڑکتی جھِڑکتی آوازوں میں امتحان لینا۔

وَ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ اِرْحَمْ ضُعْفَنَا یَا کَرِیْمُ یَا جَمِیْلُ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَ اٰلِہِ الْکِرَامِ وَ سَائِرِ الْاُمَّۃِ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

ترجمہ: اور اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ سب سے بڑا کارساز ہے۔ اے کرم فرمانے والے! ہماری کمزوری پر رَحم وکرم فرما، اے ربِّ جمیل! دُرُود وسلام بھیج نبی رَحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور ان کی عزّت والی آل اور بَقِیَّہ تمام اُمّت پر۔ قبول فرما، قبول فرما، اے سب سے زیادہ رَحم وکرم فرمانے والے!

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آکر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد



ماہنامہ جہانِ رضا 2023 کا اشاعتی سفر

















